نماز کے لئے بچوں کو مسجد میں لانے کا شرعی حکم

ایک مفصل اور مدلل فتوی

از
مفتی سعید الظفر قاسمی
مفتی جامعہ اشرفیہ روضۃ العلوم ٹانڈہ رام پور

دار الترجمۃ والتحقیق
ٹنڈولہ، ٹانڈہ، رام پور یوپی

نماز کے لئے بچوں کو مسجد میں لانے کا شرعی حکم

ایک مفصل اور مدلل فتوی

از

مفتی سعید الظفر قاسمی

مفتی جامعہ اشرفیہ روضۃ العلوم، ٹانڈہ، رام پور

دار الترجمۃ والتحقیق

ٹنڈولہ، ٹانڈہ، رام پور یوپی

پہلا ایڈیشن

۱۴۳۹ھ م ۲۰۱۸ء

نام کتاب : نماز کے لئے بچوں کو مسجد میں لانے کا شرعی حکم

مؤلف : مولانا مفتی سعید الظفر قاسمی

فون: 9012454047 91+

ای میل: saeeduzzafar1984@gmail.com

کمپوزنگ : قبا گرافکس حیدر آباد، فون: 9704172672 - 91+

qubagraphics1@gmail.com

صفحات : 72

ناشر

ارحم سعید صاحبزادہ مفتی سعید الظفر صاحب

ملنے کا پتہ

☆ ''دار الترجمۃ والتحقیق'' ٹنڈولہ، ٹانڈہ، بادلی، ضلع رام پور (یوپی)

☆ مکتبہ صوت القرآن، نزد جامع مسجد ٹانڈہ، بادلی، ضلع رام پور (یوپی) 9319811822

☆ مکتبہ زینت القرآن، متصل مسجد خام، ٹانڈہ بادلی ضلع رام پور

فہرست مضامین

عرض مرتب	٦
تقریظ	۷
دعائیہ کلمات	۸
اسلامی لائبریری میں ایک وقیع اضافہ	۹
پیش لفظ	۱۱
نماز کے لئے بچوں کو مسجد میں لانے کا شرعی حکم: استفتاء	۱۴
اسلام میں اولاد کی تربیت کی اہمیت	۱۵
نومولود کے کان میں اذان کہنا	۱۸
کلمہ لا الٰہ الا اللہ سکھانا	۱۸
قرآن سکھانا	۱۸
حلال وحرام کی تعلیم	۱۹
تربیت کی ذمہ داری اور اس پر مواخذہ	۱۹
صبی اور غلام کے معنی	۲۰
بچہ پر نماز فرض نہیں ہے	۲۱
مانعین کے دلائل	۲۳
مسجد کو گندگی سے صاف رکھنے کا حکم	۲۳
مسجد میں تجارت اور گم شدہ چیز کا اعلان کرنے والوں کے لئے بد دعا	۲۴

- بدبودار چیز کھا کر مسجد میں آنے سے منع کیا گیا ہے ۲۵
- بچوں اور پاگلوں کو مسجد سے دور رکھنے کا حکم ۲۶
- مانعین کے دلائل کا حاصل اور مسئلہ کی بنیادی علتیں ۲۹
- قائلین کے دلائل ۳۰
- آپ ﷺ کا اپنی نواسی امامہ کو مسجد میں لانا ۳۰
- بچہ کے رونے کی آواز سے چھوٹی سورت پڑھنا ۳۱
- حسنینؓ کو خطبہ کے دوران گود میں بٹھانا ۳۲
- عشاء میں تاخیر کی وجہ سے بچوں کا مسجد میں سونا ۳۳
- بچوں کے سلسلہ میں صحابہ کا معمول ۳۴
- سات سال کے بچوں سے نماز پڑھوانے کا حکم ۳۵
- قائلین کے دلائل کا حاصل ۳۷
- گذشتہ تحریر پر ایک سرسری نظر ۳۷
- حدیث میں سات سال کی عمر کا تذکرہ ۳۹
- ''شعور وتمیز'' سے کیا مراد ہے؟ ۳۹
- علت اول: تلویث مساجد اور اس کا حل شعور وتمیز ۴۰
- شعور وتمیز معتبر قوی علت ہے ۴۱
- بچہ میں شعور کی علامات ۴۲
- دائیں بائیں کی تمیز شعور کی علامت ہے ۴۲
- بیس تک گننا شعور کی علامت ہے ۴۴
- دودھ کے دانت ٹوٹ کر نئے دانت جمنا شعور کی علامت ہے ۴۴
- خلاصۂ بحث ۴۵
- عقل وشعور کے اعتبار سے بچوں کی تقسیم اور ان کا حکم ۴۷

- علت ثانی: ایذاء مصلین اور اس کا حل ۴۸
- ایک بچہ کو بالغوں کی صف میں کھڑا کیا جائے ۴۸
- ایک سے زائد بچوں کی صف بنانے کا سنت طریقہ ۵۰
- بچوں اور بالغوں کے درمیان صفوں کی ترتیب سنت ہے ۵۱
- شعور مند بچے کا پہلی صف میں کھڑا ہونا ۵۲
- باشعور بچوں کو نماز کی حالت میں صفوں سے نکالنا درست نہیں ۵۴
- نماز میں بچہ کے سامنے سے گزرنا ۵۸
- ایذاء مصلین اور علامہ رافعی کا فتویٰ ۵۹
- ولی اور سرپرست کی ذمہ داری ۶۲
- لمحۂ فکریہ ۶۴
- خلاصۂ کلام ۶۶
- مآخذ ومراجع ۶۸

عرض مرتب

چند سال قبل دار العلوم حیدر آباد کی تدریس کے زمانہ ہی میں خیال ہوا تھا کہ اس موضوع پر کچھ لکھا جائے، اس وقت کچھ مواد بھی جمع کیا تھا؛ لیکن تقدیر کو منظور نہ ہوا، اس کے بعد بھی بار بار ارادہ ہوا کہ مساجد میں تقریر کے دوریان عوام کے سامنے بچوں کے مسائل کو بیان کروں؛ لیکن ٹلتا رہا، اِدھر گذشتہ مہینوں میں ہماری بستی کے علماء کے درمیان یہ مسئلہ زیرِ غور آیا اور کچھ وجوہ سے شدید اختلافی شکل اختیار کرلی، جامعہ اشرفیہ روضۃ العلوم ٹانڈہ کے دارالافتاء میں اس دروان زیرِ بحث مسئلہ سے متعلق متعدد سوالات موصول ہوئے جن میں استفسار کم اور تنقیص کی نوعیت زیادہ تھی؛ اس لئے ان کے جوابات سے بھی پرہیز مناسب معلوم ہوا، اسی دوران طلبہ کی طرف سے مسئلہ کی افہام وتفہیم کے لئے سوال پیش ہوا، جو ان کا حق تھا، تو بندہ نے جواب کی کوشش شروع کی اور اللہ جانے کس طرح گوشے آتے گئے اور فتوی طویل ہوگیا، اس میں مطلوب مسئلہ کے علاوہ دیگر اہم مسائل بھی آگئے، بندہ کا خیال ہے کہ اپنے موضوع پر یہ پہلا تفصیلی رسالہ ہے اکابر علماء نے دیکھا تو اطمینان کا اظہار فرمایا اور اس کی اشاعت کا حکم فرمایا؛ اس لئے عوام وخواص کے فائدہ کے لئے پیش کیا جارہا ہے، فقیہ العصر حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی دامت برکاتہم کے پیش لفظ اور حضرت مولانا مفتی محمد جمال الدین صاحب قاسمی مدظلہ کی تحریر نے اعتبار اور استناد میں اضافہ کردیا ہے۔

بندہ دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مختصر رسالہ کو امت کے لئے نافع اور بندہ کے لئے رفع درجات اور آخرت میں مغفرت کا ذریعہ بنائے۔ آمین!

۸ر شعبان المعظم ١٤٣٩ھ　　　　سعید الظفر

تقریظ

حضرت مولانا محمد عرفان صاحب دامت برکاتہم

مہتمم روضۃ العلوم ٹانڈہ

نحمده و نصلى على رسوله الكريم، أما بعد!

جامعہ اشرفیہ روضۃ العلوم ٹانڈہ قدیم ادارہ ہے یہاں دو کام سب سے پہلے ہوئے، دورۂ حدیث شریف کی تعلیم کا نظم سب سے پہلے یہی ہوا، اور دینی و اسلامی سوالات کے جوابات کے لئے دارالافتاء کا قیام عمل میں آیا، اس دارالافتاء نے نصف صدی سے زیادہ دینی وشرعی مسائل میں امت کی رہنمائی کی ہے اور امت کے خواص اور عوام کا اعتماد حاصل کیا ہے، سوالات کی نوعیت اور اہمیت کے پیش نظر جوابات کبھی مختصر اور بسا اوقات طویل ہوتے ہیں، جس میں سوال کے ہر گوشہ کا قرآن وحدیث اور عبارات فقہیہ سے مدلل تسلی بخش جواب دیا جاتا ہے۔

زیر نظر رسالہ ایک سوال کا تفصیلی جواب ہے، نماز کے لئے بچوں کو مسجد لانے کے سلسلہ میں مختلف ذہن پائے جاتے ہیں اور ہم اپنے ماحول میں دیکھتے ہیں کہ لوگ افراط وتفریط کے شکار ہیں، میں مبارکباد پیش کرتا ہوں حضرت مولانا مفتی سعید الظفر صاحب مدظلہ مفتی روضۃ العلوم ٹانڈہ کو، آپ نے اس مسئلہ کو اس کے متعلقات کے ساتھ معتبر حوالہ جات کی روشنی میں حل فرمایا ہے اور معتدل اور متوازن راہ اختیار فرمائی ہے، بندہ نے بھی اس رسالہ سے فائدہ اٹھایا ہے، اللہ تعالیٰ اس رسالہ کو قبولیت سے نوازے اور مدرسہ کی نیک نامی کا ذریعہ بنائے۔ آمین!

(مولانا) محمد عرفان

دعائیہ کلمات

حضرت مولانا جمیل احمد صاحب دامت برکاتہم

شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ روضۃ العلوم ٹانڈہ

ہر ایک مسلمان کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے بچہ کو نماز کا عادی، جماعت کا عادی بنانے کی خاطر، اسی طرح مسلمانوں کے اجتماعی دیندارانہ ماحول سے مناسبت وانسیت پیدا کرنے کی کوشش کرے، جبکہ بچہ میں پیشاب و پائخانہ کی شد بد ہونے کے بعد اوائل عمر ہی سے مسجد میں نماز کے لئے ساتھ لائے اور یہ بھی ذمہ داری ہے کہ مسجد کا مقام اور اس کے آداب کو گھر پر سکھلاتا رہے، ایسے نہ کرنے پر خطرہ ہے آئندہ کی نسل کے لئے کہ وہ دین، اہل دین اور دین کے اجتماعی نظاموں سے نا آشنا ہو کر رہ جائے۔

اسی لئے فقہ کی ابتدائی کتب سے لے کر انتہائی کتب میں ''بچوں کی صف'' کے عنوان کو بڑوں کی صف کے عنوان کی طرح درخور اعتناء سمجھا ہے اور بچوں اور بڑوں کی انفرادی صف بندی اور بڑوں اور چھوٹوں کی مخلوط صف بندی سے متعلق فقہی جزئیات کا ذخیرہ وافر مقدار میں موجود ہے۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے جناب مولانا مفتی سعید الظفر القاسمی استاذ و مفتی جامعہ ہذا کو کہ انہوں نے صف بندی سے متعلق کتب فقہ میں پھیلے ہوئے فقہی جزئیات کو مجتمع کر دیا کہ اب ہر ایک کے لئے مطالعہ اور عمل ہر عامی اور ہر فہیم کے لئے آسان ہو گیا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور امت کے لئے نفع بخش بنائے۔

(مولانا) جمیل احمد

اسلامی لائبریری میں ایک وقیع اضافہ

حضرت مولانا مفتی محمد جمال الدین صاحب قاسمی دامت برکاتہم

صدر مفتی وشیخ الحدیث دار العلوم سبیل السلام حیدر آباد

زیر نظر کتاب **''نماز کے لیے بچوں کو مسجد میں لانے کا شرعی حکم''** ایک علمی اور اصلاحی کتاب ہے، جو مولانا مفتی سعید الظفر قاسمی زید علمہ وفضلہ کی تصنیفِ لطیف ہے، آپ ایک نوجوان عالمِ دین ہیں، صاف ستھرا علمی ذوق رکھتے ہیں، مسائل کی تہہ تک پہونچنے کی سنجیدہ کوشش کرتے ہیں، اسی کے ساتھ حالاتِ زمانہ پر بھی آپ کی نگاہ رہتی ہے، جو ایک ذمہ دار مفتی کے لئے لازم ہے۔

آپ کے شہر میں بچوں کو مسجد میں لانے نہ لانے کے تعلق سے آپس میں اختلاف رونما ہوا اور دونوں طرف افراط وتفریط سے کام لیا جانے لگا تو آپ کے متعلقین ومنتسبین نے ایک استفتا مرتب کرکے آپ کی خدمت میں پیش کیا اور آپ کی رائے جاننی چاہی ہے، اسی استفتا کا یہ مفصل جواب ہے۔

آپ نے اس کتاب میں بچوں کو مسجد میں لانے نہ لانے کے تعلق سیا سلام کیپیش کردہ موقف کو واضح کیا ہے، اس میں یہ بتایا ہے کہ جو بچے سن شعور کو نہ پہونچے ہوں، مسجد اور نماز کے آداب سے واقف نہ ہوں ان کو مسجد میں نہ لایا جائے، ان کے شور وشغب اور دیگر حرکات سے مصلیوں کی نماز خراب ہوگی؛ البتہ جو بچے سن شعور کو پہونچ چکے ہوں، وہ مسجد کے آداب سے واقف ہوں، نماز کا طریقہ بھی جانتے ہوں ان کو مسجد میں لانا چاہئے؛ تاکہ وہ خیر کی طرف مزید راغب ہوسکیں اور دوسرے بچوں کے دیکھا دیکھی اگر ان کے بھی شور وشغب میں حصہ لینے کا اندیشہ ہوتو ان کے سرپرست کو چاہئیکہ اپنے بازو ان کو کھڑا کرلیں؛ تاکہ دوسرے

مصلیوں کی نماز میں خلل نہ ہو، اس کتاب میں بچوں کے سرپرست کو بھی پابند کیا گیا ہے کہ وہ ان کو اسلامی آداب سے آگاہ کریں، گھر پر بھی ان کو نماز پڑھنے کی تلقین کریں، مسجد کے آداب اور نماز کی اہمیت سے واقف کرائیں؛ تاکہ مسجد آنے کے بعد احترامِ مسجد اور احکامِ نماز کے خلاف کوئی حرکت کرنے سے بچیں۔

کتاب کی زبان شستہ اور لب ولہجہ شائستہ ہے، علمی متانت وسنجیدگی سطر سطر سے عیاں ہے، ساری باتیں باحوالہ اور نصوص کی روشنی میں لکھی گئی ہیں، جو ایک قاری کو مطمئن کرنے کے لئے کافی ہے، موضوع سے متعلق اتنی مفصل گفتگو، ہر پہلو کی وضاحت اور صحیح موقف کی نشاندہی پر مشتمل کتاب سے خالی اسلامی لائبریری میں یہ ایک وقیع اضافہ ہے۔

اللہ تعالی اس کتاب کو اور مولف کی دیگر کتابوں کو دنیا وآخرت دونوں میں قبولیت سے نوازے، مولف کو علم وعمل میں برکت عطا فرمائے اور سعادتِ دارین سے ہم کنار کرے، آمین ثم آمین۔

وصلى الله تعالى على خير خلقه محمد وآله وصحبه اجمعين ، والحمد لله رب العالمين .

کتبہ

محمد جمال الدین قاسمی

دار العلوم حیدر آباد

٨/ شعبان المعظم ١٤٣٩ھ

پیش لفظ

فقیہ العصر حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی دامت برکاتہم

ناظم المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد و جنرل سکریٹری اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا

نماز نہ صرف دین کا ستون اور اسلام کا شعار ہے؛ بلکہ حدیث نبوی ﷺ کے مطابق ایمان و کفر کے درمیان حد فاصل بھی ہے، قرآن میں تقریباً سو سے زائد ایسے مقامات ہیں، جہاں نماز کا حکم دیا گیا ہے، اس کی تاکید کی گئی ہے اور اس کی اہمیت بیان کی گئی ہے، اسی طرح تمام عبادات میں نماز کو یہ اہمیت حاصل ہے کہ اللہ پاک ﷺ نے شب معراج میں آنحضرت ﷺ کو اپنے حضور میں بلا کر براہ راست نماز کی نعمت عطا فرمائی، جب کہ بقیہ تمام عبادات کا حکم بذریعہ وحی نازل ہوا، اور یہی نکتہ ہے جس کی وجہ سے نماز کو مومنوں کی معراج کہا گیا ہے۔

ایک طرف نماز کی اہمیت اور دوسری جانب مسلم معاشرہ کی نماز سے لاپروائی کو دیکھا جائے تو عجیب تضاد نظر آتا ہے، عالیشان مسجدیں بن رہی ہیں؛ لیکن نمازیوں کی تعداد کم سے کمتر ہوتی جارہی ہے، مسلم محلّہ ہے، ہزاروں گھر مسلمانوں کے ہیں؛ لیکن لاؤڈاسپیکر پر اذان کے بعد بھی اور اذان کی آواز ہر کان تک پہنچنے کے بعد بھی نماز پڑھنے والے گنے چنے لوگ ہوتے ہیں۔

نمازیوں کی کمی کے اسباب میں سے ایک بڑی وجہ بچوں کو مسجد میں لانے کے سلسلے میں ہمارا غلط طرز عمل بھی ہے، اولاً تو ہم بچوں کو نماز کی عادت نہیں ڈالتے اور سوچتے ہیں کہ بچے بڑے ہو کر نماز کے عادی ہو جائیں گے، حالانکہ جس چیز کی بچپن میں عادت نہ ڈالی جائے، بڑے ہونے کے بعد اس کی عادت پڑنا دشوار ہوتا ہے، ضرورت اس بات کی ہے کہ سرپرست اور گھر

کے بڑے لوگ بچپن سے ہی بچوں کو نماز کی عادت ڈالیں، ان کو اپنے ساتھ مسجد لے جائیں، اور مسجد کے ماحول سے مانوس کریں، تاکہ آئندہ انہیں مسجد اجنبی نہ لگے اور مسجد جانا بوجھ نہ محسوس ہو۔

دوسرے بچوں کی مسجد آمد پر بعض لوگ ناک بھوں چڑھاتے ہیں اور اس کو مسجد کے تقدس کے خلاف سمجھتے ہیں؛ حالانکہ یہ علی الاطلاق درست نہیں، بچے، بچے ہی ہوتے ہیں، وہ کچھ شور اور شرارت کریں گے، بچوں سے ایک سن رسیدہ شخص کی سنجیدگی کی توقع نہیں کی جاسکتی، لیکن پیار، محبت سے سمجھایا جائے، تو بچے مسجد کے ماحول سے بھی مانوس ہوں گیاوران میں ادب بھی پیدا ہوگا، اور شرارتیں بھی دھیرے دھیرے کم ہو جائیں گی، اس سلسلے میں ضرورت ہے کہ مسجد کی عظمت ان کے دلوں میں بٹھائی جائے، مسجد کے آداب سکھائے جائیں، اور وہاں جاکر شور وغیرہ نہ کرنے کی تاکید کی جائے، ہوتا یہ ہے کہ کسی بچے نے تھوڑی شرارت کی، پیچھے سے کچھ آواز آئی کہ نماز کے ختم ہوتے ہی ایک دو بزرگ حضرات بچوں پر بے تحاشا برس پڑتے ہیں، اور یہ بھول جاتے ہیں کہ بچوں کے شور کو روکنے کیلئے وہ جس لب ولہجہ میں گفتگو کررہے ہیں، وہ بھی مسجد کے ادب کے خلاف ہے، بچے اس طرز عمل سے گھبرا جاتے ہیں اور مسجد جانے سے انکار کرنے لگتے ہیں، ایسے لوگوں کو سمجھانے کی ضرورت ہے کہ اس سلسلے میں حضور کا طرز عمل کیا تھا، یہاں تک کہ آپ کی نواسی نماز میں آپ ﷺ کی پشت مبارک پر سوار ہو جاتی تھیں اور آپ ﷺ اپنی نواسی کی خاطر سجدہ طویل کردیا کرتے تھے۔

محبّ عزیز مولانا مفتی سعید الظفر قاسمی - بارک اللہ فی حیاتہ وجھودہ - جذبہ تحقیق کے حامل فاضل نوجوان ہیں، مطالعہ کا اچھا ذوق رکھتے ہیں، موضوع کے تمام پہلوں کا مطالعہ کرکے قلم اٹھاتے ہیں اور ان سیمجھ جیسوں کو بڑی توقعات ہیں، انہوں نینماز کیلئے بچوں کو مسجد میں لانے کا شرعی حکم جیسے اہم اور فراموش کردہ موضوع پر قلم اٹھایا ہے اور اس کے تقریبا تمام ذیلی مباحث کہ بچہ کسے کہتے ہیں؟ کس عمر کا بچہ باشعور اور کس عمر کا بے شعور

سمجھا جائے؟،نماز کی تاکید کب سے کی جائے؟ صحابہ کرام کا بچوں کو مسجد لانے کے بارے میں کیا طرز عمل تھا؟ اوراس جیسے دیگر مسائل پر مدلل گفتگو کی ہے اور جو کچھ لکھا ہے، مستند حوالوں کی روشنی میں لکھا ہے، خدا کرے کہ ان کی اس کاوش کو قبول عام حاصل ہو اور امت کیلئے نفع کا ذریعہ بنے۔

خالد سیف اللہ رحمانی
(خادم: المعھد العالی الاسلامی، حیدرآباد)

مورخہ: ۱۹ر رجب ۱۴۳۹ھ
مطابق: ۷راپریل ۲۰۱۸ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

استفتاء

نماز کے لئے بچوں کو مسجد میں لانے کا شرعی حکم

محترم حضرت الاستاذ مفتی سعید الظفر صاحب دامت برکاتہم !

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عرض یہ ہے کہ آج کل نماز کے لئے بچوں کو مسجد میں لانے، نہ لانے کا مسئلہ علماء کرام کے درمیان زیرِ غور ہے، ہم طلبہ نے بھی اس مسئلہ میں غور وفکر کرنے کی کوشش کی، ایک حدیث میں آتا ہے ''بچوں کو مسجد سے دور کرو'' دوسری حدیث میں ہے ''سات سال کے بچوں کو نماز کا حکم کرو'' ان کے علاوہ بچوں کا مساجد میں شور وغل رہتا ہے، جس کی وجہ سے نماز پڑھنا دشوار ہو جاتا ہے؛ لیکن سمجھ میں یہ بھی بات آتی ہے کہ نماز ضروری ہے، بچے مسجد نہیں آئیں گے تو کیسے سیکھیں گے؟ ہم طلبہ آپ حضرت والا سے درخواست کرتے ہیں کہ ہمارے لئے اپنے قیمتی اوقات میں سے کچھ وقت نکال کر اس طرح مسئلہ دلائل کے ساتھ تحریر فرمادیں کہ احادیث اور عبارات فقہیہ کا مفہوم واضح ہو جائے اور مفتیٰ بہ مسئلہ کی بھی نشاندہی ہو جائے۔ والسلام

محمد راحت رام پوری

متعلم مدرسہ روضۃ العلوم ٹانڈہ

یکم فروری ۲۰۱۸ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم، أما بعد!

الجواب وبالله التوفيق:

اسلام اپنے معتدل اور متوازن احکام کی بناء پر دنیا کا واحد مذہب ہے، اس کی تعلیمات ہر شعبہ میں موجود ہیں، اس مذہب کا مقصد انسانیت کے ہر فرد کو رب کائنات کی مرضی کے مطابق ایک باعزت اور دیندار زندگی گزارنا اور آخرت کے امتحان میں کامیابی دلانا ہے، عبادات، معاملات، معاشیات، غرض ہر شعبہ میں جھانکنے سے احساس ہوتا ہے کہ ایک نکتہ سے اٹھا کر درجہ بدرجہ انتہائے کمال تک پہچانا اس مذہب کا طرۂ امتیاز ہے، ''نماز کے لئے بچوں کو مسجد میں لانا'' اس مسئلہ کی افہام وتفہیم سے پہلے چند بنیادی باتیں جان لینا ضروری ہے، اِن میں بچہ کی تعلیم وتربیت کو مقدمہ اولیٰ کی حیثیت حاصل ہے، مناسب ہے کہ اس باب پر پہلے نظر ڈال لی جائے۔

اسلام میں اولاد کی تربیت کی اہمیت

ایک بچہ جو والدین کے لئے کمزور اور ناتواں ہوتا ہے، شریعت کی نظر میں بڑی اہمیت کا حامل ہے، آئندہ یہی بچہ خاندان اور معاشرہ کا فرد ہوگا، امن وفساد اس کے کاروبار زندگی کا نتیجہ ہوگا، بچہ شعور وتمیز کی تکمیل سے پہلے ایک کورے کاغذ کی مانند ہے، اس موقع کی تربیت اور آس پاس کا ماحول نقش کالحجر ہوتا ہے اور انہی خطوط پر اس کی زندگی کی تعمیر ہوتی ہے: اس لئے مذہب اسلام نے والدین اور اولیاء کو بچوں کے تعلق سے خوب توجہ دلائی ہے کہ بچپن ہی سے ان کو پاکیزہ ماحول فراہم کیا جائے، اسلام کی بنیادی تعلیمات سے روشناس کرایا جائے، اور اس کے مطابق تربیت ونگرانی کی جائے؛ تاکہ شعور کی پختگی کے ساتھ ساتھ رسوخ فی الدین بھی حاصل ہو جائے، قرآن کریم میں صاف کہا گیا کہ اپنے ساتھ گھر کے ہر فرد کو بھی دین کی راہ پر لائیے، سمجھا کر، ڈرا کر، جس طرح ہو سکے، بہر حال دیندار بنانے کی کوشش کیجئے، ورنہ جہنم کا

ایندھن بننا طے ہے، ارشادِ ربانی ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ (١)

اے ایمان والو! بچاؤ جان کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے جس کی چھپٹیاں ہیں آدمی اور پتھر۔(٢)

سورہ طٰہٰ میں اسلام کے رکن اعظم نماز کے حوالہ سے ارشاد ہے:

"وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا" (٣)

اور حکم کر اپنے گھر والوں کو نماز کا اور خود بھی قائم رہ اس پر"(٤)

ترمذی شریف میں ارشاد مبارک ہے:

"ماتحل والد ولدا أفضل من ادب حسن" (٥)

"کسی باپ نے کسی اولاد کو اچھی تربیت سے بہتر کوئی عطیہ نہیں دیا"

تربیت اور تادیب چوں کہ صالحیت کی بنیاد ہے؛ اس لئے اس پر اجر بھی بڑا ہے، ترمذی شریف میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

"لان يؤدب الرجل ولده خير من أن يتصدق بصاع"(٦)

"آدمی کا اپنی اولاد کو سلیقہ سکھانا اس سے بہتر ہے کہ ایک صاع صدقہ کرے"۔

---

(١) التحریم:٦
(٢) ترجمہ شیخ الہند
(٣) طہٰ:١٣٢
(٤) ترجمہ شیخ الہند
(٥) الترمذی، باب ما جاء فی ادب الولد، الرقم: ١٩٤٩، قال الترمذی: حدیث غریب:١٦/٢
(٦) الترمذی: باب ما جاء فی أدب الولد، قال الترمذی: حدیث غریب:١٦/٢

اپنی اولاد اور گھر کے دیگر افراد کی دینی تربیت سے متعلق نسائی شریف میں صریح ارشاد ہے:

’’حضرت مالک بن حویرث سے روایت ہے کہ ہم حضور ﷺ کے پاس آئے، اور سب کے سب جوان اور ہم عمر تھے، ہم بیس راتوں تک وہیں رہے، آپ بڑے رحم کرنے والے اور نہایت رحم دل تھے، آپ یہ سمجھے کہ ہم کو اپنے گھر جانے کا اشتیاق ہوگا، آپ ﷺ نے پوچھا: تم اپنے گھر میں کس کس کو چھوڑ کر آئے؟ ہم نے بتایا، آپ نے فرمایا: تم اپنے گھر جاؤ، اور وہیں رہو، اور اپنے گھر والوں کو (دین کی باتیں) سکھاؤ، اور ان سے کہو: جب نماز کا وقت ہو تو ایک شخص اذان کہے اور جو سب میں بڑا ہو وہ امامت کرے‘‘(١)

مستدرک حاکم میں ارشاد مبارک ہے:

”علّموا أنفسكم وأهليكم الخير “(٢)

’’خود گھر والوں کو خیر کی باتیں سکھاؤ‘‘

یہ ایک مسلّم اصول ہے کہ قرآن وسنت کی طرف سے جب کوئی عام حکم آجاتا ہے تو ہر شعبہ کے لئے کافی ہے، ہر ہر جزیہ کے لئے الگ حکم نہ دیا جاسکتا ہے اور نہ ہی اس کی ضرورت ہے، ’’خیر‘‘ عام کلمہ ہے؛ چنانچہ انسانی زندگی کا ہر شعبہ خواہ عبادات سے متعلق ہو یا معاملات سے، اولیاء کے لئے ان سب میں بچوں کو ادب کی تعلیم اور تربیت دینا واجب اور فرض ہے، ان عمومی تاکیدات کے علاوہ بعض اہم اسلامی چیزوں کے بارے میں ان کی اہمیت کے پیش نظر مستقل ارشادات فرمائے گئے ہیں۔

---

(١) نسائی، باب اجتزاء المرء بأذان غيره فی الحضر

(٢) المستدرك على الصحيحين للحاكم، رقم: ٣٨٣٦، قال: هذا حديث صحيح على شرط الشيخين

نومولود کے کان میں اذان کہنا

بچہ کی پیدائش کے بعد اولیاء کے لئے پہلا کام یہ ہے کہ بچہ کے داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی جائے، حضرت ابورافعؓ کی روایت ہے، فرماتے ہیں:

رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم اذّن فى أُذن الحسن بن علي حين ولدته فاطمة"(۱)

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا حسن بن علی کی ولادت کے بعد کان میں اذان دیتے ہوئے''

آپ ﷺ کی اس تعلیم کا مقصد یہی ہے کہ بچہ دنیا میں آنے کے بعد سب سے پہلے رب کی کبریائی اور عظمت بیان کرنے والے الفاظ سنے، کلمات شہادت کی تلقین ہو، گویا یہ صاف پیغام ہے کہ ساری عمر انہی کلمات اور ان کے حدود کی پابندی کے ساتھ گزارنی ہے۔

کلمہ لاالٰہ الا اللہ سکھانا

امام حاکمؒ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

افتحوا على صبيانكم أوّل كلمة بلا اله الا الله (۲)

''(بچہ بولنے کے لائق ہو جائے تو) اپنے بچوں کو سب سے پہلی بات لاالٰہ الا اللہ کی تعلیم دو''

اس تعلیم کا مقصد اسلام کی بنیاد توحید اور ایمان کو دل میں جاں گزیں کرنا ہے۔

قرآن سکھانا

ایک روایت میں بچوں کو تین باتیں سکھانے کا حکم ہے، ان میں ایک قرآن کی تعلیم ہے؛ کیوں کہ یہ کتاب اسلام اور اس کی تعلیمات کا مبداء اور سرچشمہ ہے، اس کو سیکھنا صراط

(۱) الترمذی: باب الأذان فى أذن المولود، رقم:۱۵۱۴

(۲) شعب الإيمان، باب حقوق الأولاد، غريب:۱۲۸/۱۱

مستقیم پر سفر کا آغاز ہے، آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

”ادّبوا أولادكم علىٰ ثلاث خصال: حب نبيكم وحب آل بيته وتلاوة القرآن“ (۱)

اپنی اولاد کو تین باتیں سکھاؤ، نبی ﷺ کی محبت، آپ کے آل کی محبت اور تلاوت قرآن“

حلال وحرام کی تعلیم

بچوں کے سامنے ابتداء ہی سے حلال چیزوں اور اچھی باتوں کا تذکرہ ہونا چاہئے، اور بری چیزوں کے لئے نفرت اور بیزاری کا اظہار ہونا چاہئے؛ تاکہ بچہ کی طبیعت اسی کے مطابق ڈھل جائے، ابن جریر طبریؒ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”اعملوا بطاعة الله واتقوا معاصي الله، مروا أولادكم بامتثال الاوامر واجتناب النواهى، فذالك وقاية لهم ولكم من النار“ (۲)

”اللہ کی طاعت پر عمل کرو اور اللہ کی نافرمانی سے ڈرو، اپنی اولاد کو اللہ کے حکم کو پورا کرنے اور گناہوں سے بچنے کا حکم کرو، پس وہ ان کے اور تمہارے لئے جہنم سے بچنے کے لئے ڈھال ہے“

تعلیم وتربیت کی ذمہ داری اور اس پر مواخذہ

مذکورہ ارشادات کے علاوہ بے شمار احادیث ہیں، جن میں بچوں کو عبادات، معاملات اور اخلاق سکھانے پر زور دیا گیا ہے اور چھوٹوں بڑوں کے ساتھ اچھا معاملہ کرنے کی عملی صورتیں پیش کی گئی ہیں،، مذکورہ نصوص میں غور کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ تعلیم

---

(۱) کنز العمال:۱/۱۸۹

(۲) ؟؟

وتربیت اور تادیب والدین، اولیاء اور سرپرستوں پر دیگر واجبات کی طرح واجب ہے، کوتاہی کرنے پر عنداللہ مواخذہ ہوگا، بخاری شریف میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

"الرجل راعٍ في أهله ومسئول عن رعيته والمرأة راعية في بيت زوجها ومسئوولة عن رعيتها (۱)

مرد اپنے گھر والوں کا نگراں ہے، اور اس بارے میں سوال کیا جائے گا، اور عورت اپنے شوہر کے گھر کی نگراں ہے اور اس کے بارے میں سوال ہوگا"

بہرحال بچوں کی تعلیم وتربیت ضروری ہے، والدین میں سے ہر ایک ذمہ دار ہے کہ دین، مذہب، عبادات، اخلاقیات کے ہر شعبہ سے متعلق تعلیم کا انتظام کرے، فقہاء نے صراحت کے ساتھ لکھا ہے کہ بچوں کی تعلیم وتربیت کی ذمہ داری والدین کی ہے، اگر یہ فریضہ خود ادا نہ کرسکتے ہوں تو اتالیق کی خدمت حاصل کی جائے، اور اس کی اجرت بچہ کے مال سے ادا کی جائے گی، اگر بچہ کے پاس مال ہو، ورنہ باپ کے مال سے، اور اس کے پاس بھی نہ ہو تو ماں کے مال سے اجرت ادا کی جائے گی۔ (۲)

بچوں کی تعلیم وتربیت کی اہمیت کے بعد سائل کے اصل سوال کی طرف آتے ہیں، "بچوں کو نماز کے لئے مسجد میں لانا کیسا ہے؟" اس سلسلہ میں تمہیدی طور پر یہ عرض کردینا مناسب ہے کہ احادیث شریفہ اور کتب فقہیہ کی عبارات میں بچہ کے لئے عام طور پر دو لفظ استعمال ہوتے ہیں، (۱) صبی (۲) غلام۔

صبی اور غلام کے معنی

لغت میں "صبی" اس بچہ کو کہا جاتا ہے، جس کا دودھ ابھی چھڑایا گیا ہو (۳)

(۱) بخاری، باب: العبد راع في مال سيده
(۲) حاشیۃ بذل المجهود: ۲۳۳/۳، تحفۃ الأحوذي: ۴۴۵/۲
(۳) القاموس الوحید، مادہ: صبو

’’غلام‘‘ نابالغ لڑکے کو کہتے ہیں؛ لیکن یہ لفظ کس عمر سے کس عمر تک بولا جاتا ہے، اس میں اختلاف ہے، بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ دودھ چھڑانے سے لے کر سات سال کی عمر والے بچہ کو ’’غلام‘‘ کہا جاتا ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ ولادت سے بلوغت تک ’’غلام‘‘ کی عمر ہے۔(۱) ان دونوں الفاظ کے لغوی معنیٰ ذہن میں رکھنے سے زیر بحث مسئلہ کے سمجھنے میں مدد ملے گی۔

بچہ پر نماز فرض نہیں ہے

جمہور علماء کے نزدیک بلوغت سے پہلے بچہ پر نماز فرض نہیں ہے، حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”رفع القلم عن ثلاثة: عن النائم حتى يستيقظ وعن الصبي حتى يحتلم، وعن المجنون حتىٰ يعقل“ (۲)

تین قسم کے لوگ مرفوع القلم ہیں، یعنی مکلّف نہیں ہیں: سونے والا یہاں تک کہ بیدار ہو جائے، بچہ یہاں تک کہ بالغ ہو جائے اور پاگل یہاں تک کہ عقل آجائے‘‘۔

یہ حکم صریح ہے کہ بچہ پر نماز فرض نہیں ہے؛ لیکن بلوغت سے پہلے عبادت کا شوق اور عادت ڈالنے کے لئے مسجد لایا جا سکتا ہے یا نہیں؟ ہم نے مسئلہ کے ہر پہلو پر گفتگو کے لئے دو جماعتوں قائم کی ہیں:

۱) مانعین یعنی جو بچوں کو مسجد لانے سے منع کرتے ہیں۔

۲) قائلین یعنی جو بچوں کو مسجد لانے کی اجازت دیتے ہیں۔

یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ ائمہ اربعہ میں سے کوئی بھی بچوں کو ’’شعور وتمیز‘‘ کے

---

(۱) الدر المنضود:۸۲/۲

(۲) ابو داؤد، کتاب الحدود، باب فی المجنون یسرق ...،رقم:۴۴۰۴،ترمذی، ابواب الحدود، باب ماجاء فیمن لا یجب علیه الحد:۲۶۲/۲

بعد مسجد آنے یا لانے سے منع نہیں فرماتے ہیں، جیسا کہ آگے آئے گا، (۱) البتہ علمائے احناف اس صورت میں بھی کراہت تنزیہی کے قائل ہیں، (۲) موجودہ زمانہ میں مساجد میں دیکھا جاتا ہے کہ کچھ لوگ طبعی تنفر کی وجہ سے بچوں کو مسجد سے بھگانے میں اور کچھ لوگ مسئلہ کی ناواقفیت کی وجہ سے پچھلی صفوں میں دھکیل دیتے ہیں، یہاں دو طبقے قائم کرنے میں تین باتیں خاص طور پر پیش نظر ہیں:

۱) دونوں طبقوں کے دلائل سامنے آجائیں اور ان کے سمجھنے میں آسانی ہو۔

۲) جو لوگ طبعی بیزاری یا ناواقفیت کی وجہ سے مذکورہ معاملہ کرتے ہیں وہ بھی حقیقت سے واقف ہو جائیں۔

۳) فقہاء کی آراء کی روشنی میں کچھ ایسا حل پیش ہو کہ ''شعور وتمیز'' والے بچوں کے آنے میں کراہت تنزیہی بھی باقی نہ رہے؛ اس لئے مناسب ہے کہ پہلے دونوں کے دلائل کو دیکھ لیا جائے، بعد میں ان شاء اللہ معتدل رائے قائم کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

---

(۱) الفقه على المذاهب الأربعة: ۲۸۸/۲

(۲) شامی، مطلب فی أحکام المسجد: ۴۸٦/۱، باقیات فتاوی رشیدیہ، ص: ۳۵۸

مانعین کے دلائل

یہ مسلم اصول ہے کہ مساجد عبادت کے لئے ہیں، ان میں لہو ولعب اور شور وغل کی گنجائش نہیں ہے، اسی طرح مسجد کی بے حرمتی اور نمازیوں کی تکلیف اور خلل کا ذریعہ بننے والے کام بھی مسجد میں درست نہیں ہیں، خواہ وہ کام فی نفسہ جائز ہی کیوں نہ ہوں، ارشاد ربانی ہے:

"في بيوت اذن الله أن ترفع ويذكر فيها اسمه يسبح له، فيها بالغدو والآصال" (۱)

''ان گھروں میں کہ اللہ نے حکم دیا ان کو بلند کرنے کا اور وہاں اس کا نام پڑھنے کا، یاد کرتے ہیں اس کی وہاں صبح وشام'' (۲)

اس آیت میں قیام مسجد کا مقصد بتایا گیا ہے کہ اس میں نماز، تسبیح تہلیل اور تلاوت قرآن جیسی عبادات ادا کی جائیں اور اسی میں مساجد کی خبر گیری اور ہر قسم کی گندگی، غیر دینی باتوں اور کاموں سے پاک رکھنے کا صاف حکم ہے۔

مسجد کو گندگی سے صاف رکھنے کا حکم

مسجد میں نبی کریم ﷺ نے متعدد کام کرنے سے منع فرمایا ہے، اور ان کی بنیادی علت مسجد کو بے حرمتی اور نمازیوں کو ایذاء سے بچانا ہے، ہم اس موقع پر انہی میں سے چند روایات کا تذکرہ کریں گے جو زیر بحث مسئلہ سے متعلق ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"بينما نحن في المسجد مع رسول الله ﷺ إذ جاء ا

---

(۱) النور:۳۶
(۲) ترجمہ شیخ الہند

عرابي، فقام يبول فى المسجد، فقال اصحاب رسول الله ﷺ مه مه قال قال رسول الله ﷺ: لا تزرموه دعوه فتركوه، حتىٰ بال، ثم ان رسول الله ﷺ دعاه فقال له: ان هذه المساجد لا تصلح لشئى من هذا البول، ولا القذر، انما هى لذكر الله تعالىٰ والصلاة وقرأة القرآن" (۱)

''اس دوران کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک اعرابی آئے، اور کھڑے ہو کر مسجد میں پیشاب کرنے لگے، رسول اللہ ﷺ کے صحابہ نے فرمایا: ٹھہر جاؤ، رک جاؤ، راوی کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ان کا پیشاب مت روکو، انہیں کرنے دو؛ چنانچہ صحابہ نے اسے یونہی چھوڑ دیا، یہاں تک کہ وہ پیشاب کر چکے، پھر رسول اللہ ﷺ نے انہیں بلایا اور ان سے فرمایا: یہ مساجد پیشاب اور گندگی کے کام کے لئے موزوں نہیں ہیں، یہ تو صرف اللہ تعالیٰ کے ذکر، نماز اور تلاوت قرآن کے لئے ہیں''۔

اس روایت کے ذیل میں گفتگو کرتے ہوئے علامہ ابن حجرؒ نے لکھا ہے:

"وفيه تعظيم المسجد وتنزيهه عن الأقذار" (۲)

اس حدیث میں مسجد کی تعظیم اور اس کو گندگیوں سے صاف رکھنے کا حکم ہے۔

مسجد میں تجارت اور گم شدہ چیز کا اعلان کرنے والوں کے لئے بددعا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

---

(۱) مسلم، باب وجوب غسل البول وغيره من النجاسات: ۱/۱۳۸

(۲) فتح الباری: ۱/۳۸۸

" اذا رأيتم من يبيع او يبتاع فی المسجد فقولوا: لا اربح الله تجارتك واذا رأيتم من ينشد فيه ضالة فقولوا : لا ردّ الله عليك" (۱)

''جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ وہ مسجد میں کوئی چیز بیچ رہا ہے، یا خرید رہا ہے تو اسے بد دعا دو کہ اللہ تیری تجارت میں نفع نہ کریں، اور جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ وہ مسجد میں گم شدہ چیز کا اعلان کر رہا ہے تو اس کو بد دعا دو کہ اللہ تیری چیز واپس نہ کریں''

خرید و فروخت اور گم شدہ چیزوں کے اعلان کرنے میں عام طور پر شور و غل ہوتا ہے، آوازیں بلند ہوتی ہیں، جو مسجد کی بے حرمتی اور نمازیوں کی تکلیف کا ذریعہ ہے، امام قرطبی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ اس علت (یعنی شور و غل) کی وجہ سے ان جائز کاموں کو مسجد میں کرنا ناجائز فرمایا گیا، (۲) اور کتب احادیث میں موجود ہے کہ جن کاموں سے اللہ کے نیک بندوں کو تکلیف ہوتی ہے، ان کاموں سے فرشتے بھی تکلیف محسوس کرتے ہیں، حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"فان الملائكة تتأذى ممّا يتأذى منه بنو آدم (۳)

بدبودار چیز کھا کر مسجد میں آنے سے منع کیا گیا ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ تبوک کے موقع پر ارشاد فرمایا تھا:

"من أكل من هذه الشجرة، يعني الثوم، فلا ياتين المساجد"(۴)

---

(۱) تفسير قرطبی: ۱۲/۱۷۷
(۲) الترمذی، أبواب البيوع، باب النهی عن البيع فی المسجد، قال: حسن غريب
(۳) مسلم، باب نهی عن أكل ثوما أو بصلا الخ
(۴) مسلم، باب نهی عن أكل ثوما أو بصلا الخ

’’جو لہسن کھائے وہ مسجد میں نہ آئے‘‘

’’لہسن‘‘ ایک غذا ہے جس کا کھانا جائز ہے؛ لیکن اس کو کھانے کے بعد ایک خاص قسم کی بدبو پیدا ہوتی ہے، جو لطیف طبیعت کے لئے ایذاء کا سبب ہوتی ہے، ظاہر ہے ایسی صورت میں بندے اور فرشتے تکلیف محسوس کریں گے؛ اس لئے شریعت نے کچا لہسن کھا کر مسجد میں آنے سے منع فرمایا۔

مذکورہ آیت کریمہ اور احادیث شریفہ میں ممنوع کاموں میں عدم جواز کی علت تلاش کی گئی تو دو علتیں معلوم ہوئیں:

۱) مسجد کی تعظیم کا حکم ہے اور ہر طرح کی گندگی سے مسجد کو صاف رکھنے کا حکم ہے، اور ان مذکورہ کاموں میں سے بعض تلویث مسجد کا سبب بنتے ہیں؛ اس لئے وہ ناجائز ہیں۔

۲) مسجد میں شور و غل کرنا جائز نہیں ہیں اور مذکورہ کاموں میں سے بعض شور و غل اور ایذاء مصلین کا سبب بنتے ہیں؛ اس لئے ناجائز ہیں۔

یہ دو علتیں معیار بن گئیں، مساجد سے متعلق مسائل کو انہی کسوٹی پر پرکھا جائے گا، اگر ان میں سے دونوں یا ایک علت پائی جائے گی تو وہ کام ناجائز ہوگا، زیر بحث مسئلہ میں اگر غور کیا جائے تو بچوں میں بے شعوری کی وجہ سے پیشاب، پاخانہ کر کے مسجد کو ناپاک کر دینے کا اندیشہ ہے، اور بچے شرارت بھی خوب کرتے ہیں، جو ایذاء مصلین کے ساتھ فرشتوں کی تکلیف کا بھی ذریعہ ہے؛ چنانچہ ان علتوں کے پائے جانے کی وجہ سے نماز کے لئے بچوں کو مسجد لانا درست نہیں ہونا چاہئے۔

بچوں اور پاگلوں کو مسجد سے دور رکھنے کا حکم

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے ایک طویل روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

” جنبوا مساجدكم صبيانكم ومجانيكم“ (۱)

---

(۱) ابن ماجہ، ۵۴، یہ روایت پانچ صحابہ کرام واثلہ بن الاسقع، ابو الدرداء، ابو امامہ، معاذ بن جبل اور عبد اللہ بن مسعود رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مروی ہے اور تمام ہی اسناد میں ضعف یا انقطاع ہے: =

= ۱) حضرت واثلہ بن اسقع کی روایت: ابن ماجہ میں ہے اور اس سند سے مروی ہے: حدثنا احمد بن يوسف السلمى ثنا مسلم بن إبراهيم ثنا الحارث بن نبهان ثنا عتبه بن يقظان عن أبى سعيد عن مكحول عن واثلة۔

حارث بن نبہان: متروک ہے، (تقریب: ۱۰۵۱) امام احمد اور امام بخاری نے منکر الحدیث فرمایا ہے، (الجرح والتعدیل: ۹۲/۲) امام نسائی نے متروک فرمایا ہے (الضعفاء والمتروکون: ۹۲/۱)

عتبہ بن یقظان: ابن حجر نے ضعیف فرمایا ہے، (تقریب: ۴۴۴۴) امام نسائی نے غیر ثقہ بتایا ہے، (الضعفاء)

ابوسعید: شامی ہیں، ابن حجر نے ابوسعید عن مکحول کہہ کر مجہول بتایا ہے، (تقریب: ۸۱۳۱) طبرانی نے متروک فرمایا ہے (مسند الشامیین: ۳۰۷/۳) ابن حبان نے وضع حدیث کا الزام لگایا ہے، (الضعفاء للنسائی: ۶۹/۱) مذکورہ رواۃ پر جرح کے علاوہ سند میں انقطاع بھی ہے؛ کیوں کہ مکحول کا بعض ائمہ کے نزدیک واثلہ سے سماع ثابت نہیں ہے، ان محدثین کا دعوی ہے کہ ان کا سماع صرف انس بن مالک سے ہے۔ (زوائد: ۶۲/۲) البتہ امام ترمذی تین صحابہ کرام سے سماع کے قائل ہیں: (۱) واثلہ، (۲) انس بن مالک (۳) ابوہند داری (ترمذی: رقم: ۲۵۰۰)

۲-۳) ابوالدرداء اور ابوامامہ کی روایت، یہ المعجم الکبیر للطبرانی (رقم: ۷۶۱۸) میں ہے، سند اس طرح ہے: عن العلاء بن کثیر عن مکحول عن ابی الدرداء وابی امامہ وواثلہ قالوا: ہیثمی نے اس سند کو ضعیف کہا ہے، (مجمع الزوائد: ۲۶/۲) علاء ابن کثیر کے بارے میں ابن عدی نے امام بخاری سے منکر الحدیث کے الفاظ نقل کئے ہیں، (الکامل فی ضعفاء الرجال: ۳۷۵/۶) امام نسائی، ابن المدینی اور ابن معین بھی ضعیف فرماتے ہیں، (نصب الرایۃ: ۴۹۲/۲) ابن حجر نے متروک کہا ہے اور ابن حبان نے وضع حدیث کا الزام لگایا ہے، (تقریب: ۵۲۵۴) بیہقی نے کہا ہے: ہذا شامی منکر الحدیث (السنن الکبری، باب ما تجب للقاضی: ۱۰/۱۷۷) نیز ترمذی کی وضاحت کے مطابق ابوالدرداء اور ابوامامہ سے سماع ثابت نہیں ہے (حوالہ سابق ترمذی)

۴) حضرت معاذ کی روایت کی تخریج مصنف عبدالرزاق میں کی گئی ہے، (المصنف لعبد الرزاق، باب البیع والقضاء فی المسجد، الرقم: ۱۷۲۶) سند اس طرح ہے: حدثنا محمد بن مسلم عن عبد ربه بن عبد الله عن مكحول عن معاذ بن جبل الخ، مکحول کا حضرت معاذ سے سماع ثابت نہیں ہے، جس کی وجہ سے انقطاع ہے (زوائد: ۲۶/۲)

المعجم الکبیر للطبرانی میں سند اس طرح ہے: عن محمد بن مسلم الطائفى عن عبد ربه بن عبد الله شامى عن مكحول عن يحيى بن العلاء عن معاذ (المعجم الكبير =

''تم اپنے بچوں اور پاگلوں کو اپنی مسجدوں سے دور رکھو''

= للطبرانی، عن معاذ بن جبل، الرقم:۳٦۹)اس سند میں معاذ اور مکحول کے درمیان یحی بن العلاء کا واسطہ ہے؛ لیکن بیہقی نے مرفوع ہونے کے سلسلہ میں فرمایا:لیس بصحیح (السنن الکبری للبیہقی، باب ما یستحب للقاضی الخ:۱۰/۱۷۷)۔

۵) حضرت عبداللہ بن مسعود کی روایت: علامہ زیلعی نے لکھا ہے کہ ابن مسعود کی روایت امام بزار نے نقل کرنے کے بعد فرمایا ہے:" لیس له أصل" اور پھر زیلعی نے ابن قطان کے حوالہ سے لکھا ہے کہ مسند بزار میں یہ حدیث نہیں ملی، ہوسکتا ہے کہ امام بزار کی کسی امالی میں ہو۔(نصب الرایۃ:۲/۴۹۲)

مانعین کے دلائل کا حاصل اور مسئلہ کی بنیادی علتیں

ابن ماجہ کی مذکورہ ضعیف روایت میں بچوں اور پاگلوں کو مسجد سے دور رکھنے کا حکم ہے، اوراس حکم کی وجہ وہی دو علتیں ہیں جن کو ہم ذکر کر چکے:

۱) تلویث مساجد یعنی بچہ اور مجنوں عدم شعور کی وجہ سے پیشاب پاخانہ کر کے مسجد کو ناپاک کر سکتے ہیں۔

۲) ایذاء مصلین یعنی بچوں کا شوروغل نمازیوں کے لئے خلل اور الجھن کا سبب ہوگا؛

لیکن یہ روایت اپنے تمام طرق کے ساتھ نہایت ضعیف ہے؛ اگر چہ اپنی علل کی روشنی میں یہ روایت معنیً صحیح ہے، علامہ قرطبی علیہ الرحمہ کا یہی موقف ہے، لکھتے ہیں:

”قلت: ما ورد فی هذا المعنیٰ وان کان طریقه لیّنا فهو صحیح معنی“(۱)

شاید معنیً صحیح ہونے کی وجہ سے فقہاء کرام نے متعدد مسائل میں اس روایت سے استناد کیا ہے؛ لیکن اگر فنی کمزوریوں کی وجہ سے زیر بحث مسئلہ میں اس روایت کو ترک کر دیا جائے اور معیار نہ بنایا جائے تب بھی نفس مسئلہ پر کوئی اثر نہیں پڑے گا؛ کیوں کہ جن دو علتوں کی وجہ سے اس روایت میں بچوں اور پاگلوں کو مسجد سے دور کرنے کا حکم ہے، وہی علتیں مذکورہ روایات صحیحہ میں موجود ہیں اور انہی کی وجہ سے مساجد میں متعدد کاموں سے منع فرمایا گیا ہے، جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے، زیر بحث مسئلہ کو بھی انہی علتوں پر تولا جائے گا تو حکم لگے گا کہ بچوں کو مسجد میں لانا درست نہیں ہے۔

---

(۱) قرطبی: ۱۲/۱۷۹

قائلین کے دلائل

کتب احادیث میں کثیر تعداد میں روایات موجود ہیں جو بچوں کومسجد میں لانے کے جواز پر صراحۃً دلالت کرتی ہیں، دورنبوی اور دورصحابہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بچوں کو مسجد نبوی میں لانا عام بات تھی، اس زمانہ میں مسجد نبوی مدینہ کی قدیم آبادی سے دور ایک طرف واقع تھی،(۱) صحابہ اورصحابیات نصف رات کے بعد ہی سے مسجد آنا شروع ہو جاتے تھے،اوران کے ساتھ بچے بھی ہوتے تھے، یہ بات بھی قابل غور ہے کہ صحابۂ کرام کے درمیان یہ مسئلہ مختلف فیہ حیثیت نہیں رکھتا ہے، بعد کے دور میں فقہائے امت کی کتابوں میں مردوں، بچوں اورعورتوں کے درمیان صف بندی کا تذکرہ تو ہے؛لیکن بچوں کومسجد لانے نہ لانے کی بحث کوکوئی ہمیت نہیں دی گئی ، گویا ان حضرات کے نزدیک بھی بچوں کومسجد لانے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

آپ ﷺ کا اپنی نواسی امامہ کومسجد میں لانا

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ واقعہ بیان کرتے ہیں:

”بینا نحن جلوس في المسجد اذ خرج علينا رسول الله ﷺ يحمل امامة بنت ابی العاص وامها زينب بنت رسول الله ﷺ وهی صبية يحملها فصلّى رسول الله ﷺ وهی علی عاتقه يضعها اذ ركع ويعيد ها اذا قام حتى قضى صلاته يفعل ذالك بها۔“ (۲)

(۱) تحفة الالمعی: ۴۴۹/۱

(۲) أبو داؤد، الصلاة: ۱۴۹،بخاری الصلاة :۱۰۴،مسلم المساجد:۵۴۳

''ہم لوگ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اسی دوران رسول اللہ ﷺ امامہ بنت ابی العاص بن ربیع کو گود میں اٹھائے ہوئے ہمارے پاس تشریف لائے، امامہ کی ماں زینب رسول اللہ ﷺ کی بیٹی ہیں، امامہ بچی تھیں، آپ انہیں اٹھائے ہوئے تھے، آپ ﷺ نے ان کو اپنے کاندھے پر اٹھائے ہوئے نماز پڑھی، جب رکوع میں جاتے تو انہیں اتار دیتے، اور جب کھڑے ہوتے تو انہیں پھر گود میں اٹھا لیتے، یہاں تک کہ اسی طرح آپ ﷺ نے نماز پوری کی''

امامہ کے واقعہ سے فقہاء نے بچوں کو مسجد میں لانے کی اجازت دی ہے۔(۱)

امام نسائی علیہ الرحمہ نے اس حدیث پر "ادخال الصبیان المساجد"(۲) کے الفاظ سے باب قائم کیا ہے، گویا امام نسائی کے نزدیک بھی مذکورہ روایت کی وجہ سے بچوں کو مسجد میں لانے کی اجازت ہے۔

بچہ کے رونے کی آواز سے چھوٹی سورت پڑھنا

''عن أبی هریرة رضی اللہ عنہ: سمع النبی ﷺ صوت صبي في الصلاة فخفف'' (۳)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے نماز میں کسی بچہ کے رونے کی آواز سنی تو نماز ہلکی کر دی۔(یعنی چھوٹی سورتوں سے نماز پوری فرما دی)''

اس روایت کے ظاہری الفاظ سے بعض حضرات کو شبہ ہوسکتا ہے کہ بچہ مسجد میں نہ ہو، مسجد سے قریب کسی مکان میں ہو، اس کی ماں مسجد میں نماز میں مشغول ہو اور بچہ کی آواز مسجد

(۱) فتح الباری:۲/۲۷۶
(۲) نسائی:۸۳
(۳) مسند احمد: ابی ہریرہ، الرقم:۹۵۸۱، علامہ ہیثمی نے لکھا ہے کہ اس حدیث کے تمام رواۃ صحیح ہیں، مجمع الزوائد: ۲/۷۷

میں سنائی دے رہی ہو، تو اس کا جواب یہ ہے کہ مسلم کی روایت میں صراحت ہے:" مع أمه "(۱) کہ وہ بچہ اپنی ماں کے ساتھ مسجد میں ہی موجود تھا، آپ ﷺ نے بطور شفقت قرأت ہلکی کردی؛ تاکہ ماں بچہ کی وجہ سے پریشان نہ ہو، یہ صریح دلیل ہے کہ بچے کو نماز کے لئے مسجد لایا جاسکتا ہے، اس میں اوران جیسے واقعات وروایات میں نبی کریم رضی اللہ عنہ کی طرف سے کسی بھی درجہ میں نکیر ثابت نہیں ہے، منشائے نبوی بھی یہی ہے کہ بچوں کو دین کی بتدریج تعلیم کے لئے شعور کی ابتداء ہی سے مسجد لایا جائے۔

حسنین رضی اللہ عنہ کو خطبہ کے دوران گود میں بٹھانا

حضرت عبداللہ اپنے والد حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

"كان النبى ﷺ يخطب فجاء الحسن والحسين رضى الله عنهما وعليهما قميصان احمران يعثر ان فيهما فنزل النبى ﷺ فقطع كلامه فحملهما ثم عاد إلى المنبر ثم قال صدق الله "انما اموالكم واولادكم فتنة" رأيت هذين يعثران في قميصهما فلم اصبر حتىٰ قطعت كلامى فحملتهما" (۲)

"نبی کریم ﷺ خطبہ دے رہے تھے، اتنے میں حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما آئے، اور دونوں نے سرخ لباس پہن رکھا تھا، جس میں وہ الجھ کر گر جاتے تھے، آپ منبر سے اترے اور کلام (خطبہ) روک دیا، پھر دونوں کو اٹھا کر منبر پر لوٹ آئے، پھر آپ نے "إنما أموالكم" کی تلاوت فرمائی، اور فرمایا: ان دونوں کو کپڑوں میں گرتے ہوئے دیکھا تو صبر نہیں کرسکا، یہاں تک کہ خطبہ روک کر دونوں کو اٹھالیا"۔

(۱) مسلم، باب أمر الأئمة بتخفيف الصلاة فی تمام: ۱/۱۸۸

(۲) نسائی: باب نزول الامام عن المنبر قبل فراغه الخ

حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کی عمر آپ ﷺ کی وفات کے وقت سات آٹھ سال سے زیادہ نہیں تھی، (۱) اس حدیث میں مذکور واقعہ اتفاقی نہیں ہے؛ بلکہ حضرات حسنین اکثر نماز کے اوقات میں مسجد آجاتے تھے، امام احمد بن حنبلؒ نے روایت کیا ہے کہ بسا اوقات حضرت حسن رضی اللہ عنہ نماز کے دوران ہی آپ ﷺ کی پیٹھ پر سوار ہو جاتے تھے۔ (۲) اور آپ ﷺ نے کبھی کوئی سرزنش نہیں فرمائی۔

عشاء میں تاخیر کی وجہ سے بچوں کا مسجد میں سونا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

"اعتم رسول الله ﷺ ليلة بالعشاء و ذالك قبل ان يفشوا الاسلام، لم يخرج حتىٰ قال عمر: نام النساء و الصبيان فخرج فقال لاهل المسجد ما ينتظرها احد من أهل الارض غيركم" (۳)

"رسول اللہ ﷺ نے ایک رات عشاء کی نماز میں دیر کر دی، یہ واقعہ اسلام پھیلنے سے پہلے کا ہے (اس وقت نماز کے لئے کسی خاص وقت کی تعیین نہیں ہوئی تھی، جب لوگ جمع ہو جاتے، آپ نماز پڑھا دیتے تھے) نبی کریم ﷺ نماز پڑھانے کے لئے تشریف نہیں لائے، یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پکارا کہ عورتیں اور بچے سو گئے، آپ ﷺ باہر تشریف لائے، اور مسجد میں موجود لوگوں سے فرمایا: اس نماز کا انتظار تم لوگوں کے علاوہ کوئی نہیں کر رہا ہے۔ (کیوں کہ اس زمانہ میں مدینہ منورہ کے علاوہ کہیں نماز نہیں ہوتی تھی)۔

(۱) "حضرت حسن کی پیدائش شعبان یا نصف رمضان ۳ھ میں ہے اور حضرت حسین کی ولادت ۵/شعبان ۴ھ ہے" (سیر أعلام النبلاء: ۳/۲۲۸-۲۲۶)

(۲) مسند احمد بن حنبل، حدیث ابی بکرۃ، حدیث صحیح، اسناد حسن، رجالہ ثقات، الرقم: ۲۰۴۴۸

(۳) بخاری، باب فضل العشاء، الرقم: ۵۶۶، ۱/۸۰

حدیث شریف کے ظاہری صورت سے شبہ کا امکان ہے کہ سونے والے بچے اور عورتیں مسجد میں نہ ہوں؛ بلکہ اپنے گھروں میں ہوں، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رات کا بڑا حصہ گزر جانے کی طرف اشارہ فرمایا ہو، علامہ ابن حجر علیہ الرحمہ نے صراحت فرمائی ہے "الحاضرون في المسجد" (۱) یہ لوگ مسجد ہی میں موجود تھے، امام نووی علیہ الرحمہ کی بھی یہی رائے ہے، (۲) اب شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہی اور بات واضح ہوگئی کہ دور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بچے والدین اور اولیاء کے ساتھ نماز کے لئے مسجد میں آتے تھے، اور یہ عام بات تھی۔

بچوں کے سلسلہ میں صحابہ کا معمول

ایک طویل حدیث میں ربیع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہا نے دور نبوی میں بچوں کے حوالہ سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا عام معمول نقل فرمایا ہے، وہ فرماتی ہیں:

> ''ہم خود (عاشوراء) کا روزہ رکھتے تھے، اور اگر اللہ چاہتا تو اپنے چھوٹے بچوں کو بھی روزہ رکھواتے تھے، اور ہم (بچوں کے ساتھ) مسجد کی طرف جاتے تھے تو ان کے لئے اون کا کھلونا بنا لیتے تھے، جب ان میں سے کوئی افطار کے قریب کھانے کے لئے روتا تو ہم اسے دے دیتے تھے۔ (۳)

یہ دور نبوی کا عام معمول ہے، اور یہی مطلوب شرعی ہے کہ بچوں کو تمرین علی العبادۃ کے لئے مسجد آنے کی اجازت ہو؛ بلکہ اس روایت میں اتنے چھوٹے بچوں کے روزہ رکھنے اور مسجد آنے کا بھی ذکر ہے جو قبل افطار بھوک کی شدت کی وجہ سے رونے لگتے تھے، اور لوگ بہلانے کے لئے اون کے کھلونے مثلاً گڑیا وغیرہ دے دیتے تھے، (۴) جس طرح زیر بحث

---

(۱) فتح الباری شرح بخاری، باب وقت العشاء إذا اجتمع الناس

(۲) نووی علی المسلم، باب وقت العشاء وتأخير ها

(۳) مسلم: ۱۳۴، باب من أكل في عاشوراء فليكف بقية يومه

(۴) کھلونے سے یہاں مراد گڑیاں ہیں، موجودہ دور میں بازار میں جو گڑیاں ملتی ہیں ان میں جاندار انسان کی طرح آنکھ، کان اور ناک وغیرہ ہوتے ہیں، اس لئے وہ تصویر کے حکم میں ہے اور اس کا گھر میں رکھنا =

مسئلہ میں جیسا کہ آگے بالتفصیل آرہا ہے، شعور وتمیز کے لئے عمر کی تحدید نہیں ہے، اسی طرح نابالغ بچہ روزہ کا مکلّف تو نہیں ہے؛ لیکن عبادات کا عادی بنانے کے لئے بلوغت سے پہلے ہی روزہ رکھوانے کی مشق کرائی جائے، اوراس کے لئے عمر کی تحدید نہیں ہے، اولیاء جب محسوس کریں کہ بچہ میں بھوک پیاس برداشت کرنے کی صلاحیت پیدا ہوگئی ہے، تو روزہ رکھوانا چاہئے۔(۱) مذکورہ حدیث میں صحابۂ کرام کا یہی معمول درج ہے۔

سات سال کے بچوں سے نماز پڑھوانے کا حکم

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"مروا اولادكم بالصلاة وهم ابناء سبع سنين واضربوهم عليها وهم ابناء عشر سنين وفرّقوا بينهم في المضاجع"(۲)

''اپنی اولاد کو جب وہ سات سال کے ہوجائیں نماز کا حکم کرواور وہ جب دس سال کے ہوجائیں تو نماز چھوڑنے پر ان کی پٹائی کرواور بستر الگ کردو''

اس روایت میں تین باتیں ارشاد فرمائی گئی ہیں:

۱) سات سال کے بچوں کو نماز کا حکم کرو، یہ حکم تمرین علی العبادۃ کے لئے ہے، جیسا کہ آگے آئے گا۔

= اور بچوں کو کھیلنے کے لئے دینا جائز نہیں ہے، حدیث میں مذکور گڑیاں ممکن ہے کپڑے چیتھڑوں اور ٹکڑوں کی بنائی ہوئی ہوں، اور انسان کی طرح آنکھ کان وغیرہ نہ ہوں۔(مظاہر حق جدید:۲۸۲/۴)

(۱) حاشیۃ الطحاوی علی مراقی الفلاح:۱۷۳/۳،نیل الاوطار ، باب الصبي إذا أطاق الخ:۲۳۵/۴

(۲) ابو داؤد، كتاب الصلاة، باب متى يؤمر الخ :۷۰/۱،الترمذی، أبواب الصلاة، باب ما جاء متى يؤمر الصبى الخ: ۹۳/۱،قال الترمذی: حسن صحيح، وقال الحاكم: صحيح على شرط مسلم (مرقات:۲۵۷/۲)

۲) دس سال کا ہو جائے یا دسویں سال میں لگ جائے تو نماز چھوڑنے پر بچے کی ہلکی پھلکی پٹائی کر سکتے ہیں، صراحۃً کتب فقہیہ میں ہے کہ ہاتھ سے تین ضرب لگا سکتا ہے، چھڑی کا استعمال نہ کرے (۱) دس سال کی عمر قریب البلوغ ہوتی ہے، اور تادیب بالید کے برداشت کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔(۲)

۳) تیسری بات ارشاد فرمائی کہ دس سال کی عمر میں بستر الگ الگ کردو۔(۳)

---

(۱) الفقہ الاسلامی وأدلتہ: ۶۲۱/۱

(۲) الدر المنضود: ۸۳/۲

(۳) دس سال کی عمر قریب البلوغ ہوتی ہے اور شہوت کے امکانات غالب ہوتے ہیں، اس لئے حکم ہے کہ بہن بھائی کے درمیان اور والد اور مؤنث اولاد اور اس کے برعکس یعنی ماں اور مذکر اولاد کے بستر الگ الگ کردئے جائیں۔(مرقاۃ المفاتیح: ۵۱۲/۲، حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی: ۱۷۴/۱)

قائلین کے دلائل کا حاصل

ان تمام روایات کا حاصل یہ ہے کہ آپ ﷺ کے زمانہ میں اولیاء بچوں کو مسجد لاتے تھے، آپ ﷺ کے نواسے، نواسی بھی تشریف لاتے تھے، آپ کی جانب سے ان بچوں کے آنے یا لانے پر کبھی نکیر نہیں کی گئی، صحابہ کے مبارک دور میں بھی یہی عام معمول تھا؛ بلکہ روایت سے اشارہ ملتا ہے کہ اتنی چھوٹی عمر کے بچوں کو گود میں لایا جاتا تھا جو معمولی گڑیوں سے بہل جاتے تھے۔

صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا یہ ایمانی جذبہ ہے؛ چوں کہ بچوں کو نماز کے لئے مسجد لانے میں بے شمار دینی فائدے ہیں، مثلاً عبادت کا مزاج بنتا ہے، نماز با جماعت کا شوق پیدا ہوتا ہے، نمازیوں کی عبادات، نماز تلاوت وغیرہ دیکھ کر اور سن کر اسلامی رنگ کو قبول کرنے کی زمین ہموار ہوتی ہے، ولادت کے بعد بچہ کے کان میں اذان واقامت کہہ کر اللہ کی کبریائی کا جو احساس پیدا ہوا تھا، بار بار کی حاضری میں تازہ اور پروان چڑھتا ہے، نماز تو بلوغت کے بعد فرض ہوگی، جیسا عرض ہوا؛ لیکن اہم کام کی تیاری پہلے سے ہوتی ہے، یہ عمر اقرب الی الفطرۃ ہونے کی وجہ سے اچھائیوں کو جلدی قبول کرتی ہے، اور عمر بڑھنے کے ساتھ نفس امّارہ کا عمل دخل شروع ہو جاتا ہے۔

گذشتہ تحریر پر ایک سرسری نظر

اب تک تین باتوں پر گفتگو ہو چکی ہے:

۱۔ بچوں کی تعلیم وتربیت ہر شعبہ میں اہمیت کی حامل ہے، بچوں کو اچھائی، برائی، حلال وحرام، حقوق، فرائض، واجبات، سنن اور مستحبات کی تعلیم دی جائے، اسلام نے اس سلسلہ میں بہت زور دیا ہے، جیسا کہ قارئین کرام پڑھ چکے ہیں، مسلّم بات ہے کہ

شریعت میں نماز کی سب سے زیادہ اہمیت ہے؛ کیوں کہ اللہ کی ذات اور صفات پر ایمان لانے کا پہلا قدرتی اور فطری تقاضا یہ ہے کہ انسان اس کے حضور میں اپنی بندگی اور محتاجی کا اظہار کر کے اس کی رحمت ورضا حاصل کرنے کی کوشش کرے، نماز کا اصل موضوع دراصل یہی ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ نماز اس مقصد کے حصول کا بہترین ذریعہ ہے؛ اس لئے ہر نبی کی تعلیم میں اور ہر آسمانی شریعت میں ایمان کے بعد پہلا حکم نماز ہی کا ہے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ا نے ارشادفرمایا: "بین العبد والكفر ترك الصلاة" (۱) ''بندہ اور کفر کے درمیان نماز چھوڑ دینے کا ہی کا فاصلہ ہے''، مطلب یہ ہے کہ نماز دین اسلام کا ایسا شعار ہے اور حقیقت ایمان سے اس کا ایسا گہرا تعلق ہے کہ اس کو چھوڑ دینے کے بعد آدمی گویا کفر کی سرحد میں پہونچ جاتا ہے؛ اس لئے والدین اور اولیاء پر اولین فریضہ ہے کہ بچوں اور بچیوں کو نماز کی اہمیت، نماز پڑھنے کا طریقہ، ارکان وواجبات اور پاکی وغیرہ کے مسائل سکھائیں۔(۲)

۲۔ دوسری بات ایسے جائز کاموں سے متعلق تھی جو مسجد میں کرنا ناجائز ہیں، آیت اور روایات صحیحہ کی روشنی میں ''عدم جواز'' کی بنیاد دو علتیں ہیں: (۱) تلویث مساجد (۲) ایذاء مصلیین۔ اگر زیر بحث مسئلہ کو ان دو علتوں پر تولا جائے تو بچوں کو مسجد میں لانا ناجائز ہے؛ کیوں کہ بچوں میں تمیز اور شعور کی کمی کی وجہ سے ''تلویث مساجد'' کا قوی امکان ہے، اور بچوں کی شرارت ایذاء مصلیین بلکہ بسا اوقات فساد صلوٰۃ کا ذریعہ بن جاتی ہے — ہاں: اگر یہ علت ممنوعہ نہ پائی جائے یا ان کا حل تلاش کرلیا جائے تو بچوں کو مسجد میں لانا جائز؛ بلکہ احسن ہوگا۔

۳۔ تیسرے درجہ میں مذکور روایات سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ شریعت اسلامیہ چاہتی

---

(۱) الترمذی، باب ما جاء فی ترك الصلاة، وقال: حديث حسن صحيح
(۲) الدر المنضود: ۸۳/۲

ہے کہ اولیاء بچوں کو مسجد میں لائیں اور نماز کا عادی بنائیں۔

حدیث میں سات سال کی عمر کا تذکرہ

مذکورہ روایات میں نماز کے لئے بچوں کو مسجد لانے کے سلسلہ میں کسی عمر کی تحدید مذکور نہیں ہے؛ البتہ آخری حدیث میں فرمایا گیا: ''بچے سات سال کے ہوجائیں تو نماز کا حکم کرو'' ہمارا خیال ہے کہ سات سال کی قید سے ''شعور وتمیز'' کی طرف اشارہ ہے کہ شعور مند بچے کو نماز کا حکم کرو، اور سات سال کے متعین الفاظ سے ''سنّ تمیز'' کی تحدید کرنا مقصود نہیں ہے؛ بلکہ آپ ﷺ نے بچوں میں ذہنی استعداد اور تربیت کے مختلف درجات کے تناظر میں سب سے کمزور بچے میں شعور وتمیز کے نشو ونما کا نقطۂ آغاز طے فرمایا ہے، گویا اس عمر میں ہر طبقہ کے بچوں میں پاکی ناپاکی، پیشاب، پاخانہ سے متعلق شعور آہی جاتا ہے، اور ان ضروریات کو خود پورا کرنے لگتے ہیں، اور ذہنی استعداد، تربیت، ماحول سازگار ہونے کی صورت میں اس عمر سے پہلے بھی یہ صفت حاصل ہوجاتی ہے، جیسا کہ ''علامات شعور'' میں ملاحظہ فرمائیں گے، کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ سات سال کے بعد بھی بچہ میں یہ وصف پیدا نہیں ہوتا ہے، ایسی صورت میں بچہ بیماری یا جنون کی کسی قسم سے متأثر ہوسکتا ہے، بذل میں یہی تفصیل ہے:

"والغالب انه يحصل ذلك على سبع سنين وبعضهم يعرف قبلها، وبعضهم لا يعرف بعدها، فلا يعتد بهم بقلتهم" (۱)

''شعور وتمیز'' سے کیا مراد ہے؟

کتب فقہیہ میں بلوغت سے پہلے پہلے بچوں میں فطری اوصاف کے لئے تمیز، ممیّز (۲) وغیرہ کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں، فقہاء نے اس تمیز کی تعریف میں مخصوص خطوط

---

(۱) بذل المجهود: ۳/۲۳۷۔

(۲) لغت میں تمیز ''میز'' کا مصدر ہے، کہا جاتا ہے: ماز الشیء یعنی اس کو جدا کردیا اور علیحدہ کردیا (لسان العرب، مادہ: ''میز'' اردو میں اس کو تخفیفا ''تمیز'' کہہ دیتے ہیں، (فیروز اللغات، ص: ۳۸۱) اور ''شعور'' تمیز کے ہم معنی اور مترادف لفظ ہے۔ ایضا

نہیں کھینچے ہیں؛ بلکہ ایک کلیہ کے طور پر اتنا فرمایا ہے ''اچھائی برائی کو جاننا اوران میں فرق کرنا'' تمیز ہے۔(۱) تعریف میں یہ انداز اختیار کرنے کی شاید وجہ یہ ہے کہ ''شعور وتمیز'' پر متعدد ابواب میں بچہ کے تعلق سے مسائل اوراحکام کا مدار رکھا گیا ہے، ظاہر ہے ہر باب میں مذکورہ اصول کی روشنی میں تعریف کی تعبیر الگ ہوجائے گی۔

''نماز کے لئے بچوں کو مسجد لانے کا مسئلہ'' زیر بحث ہے، یہاں شعور وتمیز سے کیا مراد ہے؟ ہم گذشتہ صفحات میں تفصیلی بحث سے واضح کر چکے ہیں کہ جنبوا مساجدکم الخ اور دیگر روایات صحیحہ کی روشنی میں بچوں کے بارے میں یہ احتمال بیان کیا تھا کہ عدم شعور کی وجہ سے مسجد ناپاک ہوسکتی ہےاوراسی اندیشہ کی وجہ سے بچوں کو مسجد لانا درست نہیں تھا،اب " مروا أولادكم بالصلاة وهم سبع سنين" کی روشنی میں بچوں کے لئے نماز کے حکم کا مدار ''شعور وتمیز'' پر ہےتو جس بچہ میں تمیز ہوجائے کہ وہ پیشاب پاخانہ کے تقاضے کو اپنے والدین یا سرپرستوں کو بتائے یا بچہ کا اپنی ضروریات کو خود ہی پورا کرنا ''شعور وتمیز'' کہلائے گا، حضرت گنگوہی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

> ''مسجد میں لڑکوں کا لے جانا بسبب اندیشۂ تلویث مسجد کے منع ہے، اس کا اندیشہ ہو اور لے جاوے تو گناہ ہوگا، اور طمانیت ہو تو گناہ نہیں''۔(۲)

علت اول: تلویث مساجد اور اس کا حل ''شعور وتمیز''

زیر بحث مسئلہ میں عدم جواز کا حکم دو علتوں پر لگایا گیا تھا:

۱) بچوں کو مسجد لانے میں تلویث مسجد کا خوف ہے۔

۲) بچوں کے شور شرابہ سے ایذاء مصلین یعنی نمازیوں کو تکلیف ہوتی ہے، جب تک یہ دونوں علتیں برقرار ہیں عدم جواز کا حکم بھی برقرار رہے گا؛ چنانچہ ان کا حل تلاش کرنا

---

(۱) شامی، مطلب المعصية تبقى بعد الردة

(۲) باقیات فتاوی رشیدیہ، ص:۳۵۸

چاہئے؛ تاکہ ابتدائی نشو ونما کے ساتھ ہی بچوں میں اسلام کی عظیم عبادت نماز کی عادت پڑ جائے اور مساجد میں لوگوں کی طرف سے بچوں کے ساتھ غیر سنجیدہ، غیر مہذب رویہ بھی ختم ہو جائے۔

سات سال والی روایت کے ضمن میں واضح ہو چکا ہے کہ ''شعور وتمیز'' والے بچہ کو مسجد لانا چاہئے اور یہی مطلوب شرعی ہے، اورسنِ تمیز کی کوئی حد نہیں ہے؛ چنانچہ ائمہ اربعہ نے بھی اس تمیز کا اعتبار کیا ہے، تعبیرات کے اختلاف کے ساتھ سب کے نزدیک ممیّز بچہ کو نماز کے لئے مسجد میں لانا جائز ہے۔(۱)

فقہاء نے اس شعور وتمیز کے ذریعہ تلویث مسجد کا حل پیش کیا ہے، اور شعور مند بچوں کو مسجد میں لانے کی اجازت دی ہے، جیسا کہ اوپر حضرت گنگوہی علیہ الرحمۃ کے فتوی میں مذکور ہے۔

''شعور وتمیز'' معتبر قوی علت ہے

زیر بحث مسئلہ کے علاوہ بچوں کے دیگر مسائل میں بھی فقہاء نے ''شعور وتمیز'' کا اعتبار کیا ہے اور اس کو قوی علت مانا ہے، علامہ ابن نجیم مصری علیہ الرحمہ نے ان کو یکجا فرمادیا ہے، چند یہاں پیش کئے جاتے ہیں:

۱۔ بچہ اگر عقل وشعور رکھتا ہو تو اس کا ایمان لانا معتبر ہے اور بالغ ہونے کے بعد ایمان کی تجدید ضروری نہیں ہے۔

۲۔ عبادات بچہ پر واجب نہیں ہے؛ لیکن اگر کوئی شعور مند بچہ عبادت انجام دے تو درست ہوگی۔

۳۔ باشعور بچہ کے اذان دینے میں کوئی قباحت نہیں ہے؛ لیکن بہتر یہ ہے کہ مؤذن بالغ ہو۔

۴۔ جو معاملات بچے خود انجام دینے کے مجاز نہ ہوں، جیسے نکاح، خرید وفروخت وغیرہ، اگر بچہ ان معاملات کا شعور رکھتا ہو تو ان میں وکیل بن سکتا ہے؛ البتہ ایسی صورت

---

(۱) الفقه على المذاهب الأربعة: ۲۸۸/۲

میں تمام متعلقہ امور براہ راست مؤکل سے متعلق ہوں گے۔

۵۔ اگر بچہ بسم اللہ کہنے کی حقیقت سے واقف ہو اور شعور رکھتا ہو کہ بسم اللہ کے ذریعہ ہی جانور حلال ہو سکتا ہے تو اس کا ذبیحہ حلال ہوگا اور بسم اللہ کہہ کر شکار کرے تو شکار بھی جائز ہوگا۔(۱)

بچہ میں شعور کی علامات:

یہ بات محقق ہو چکی ہے کہ ''شعور وتمیز'' کے لئے عمر کی کوئی تحدید نہیں ہے، مبتلیٰ بہ یعنی بچہ کا ولی اور سرپرست (۲) بچہ کی حرکات وسکنات اور طبعی ضروریات پورا کرنے میں غور کرے کہ ان کا بچہ اچھائی برائی کا خیال کرتا ہے یا نہیں؟ اور خود بھی تربیت کی فکر کرے؛ چونکہ اس کا تعلق بچہ کی فطری استعداد اور تعلیم وتربیت کے ماحول سے جڑا ہوا ہے، اس کو عمر کے کسی دائرہ میں لانا عقل کے خلاف ہے، البتہ روایات، آثار صحابہ اور عبارات فقہیہ میں بچوں کی کچھ ظاہری عادات اور فطری تبدیلیوں کی نشاندہی کر کے ولی کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ بچہ کو نماز سکھائے، وہ سب ''شعور وتمیز'' کے نشو ونما کی ابتدائی علامات ہیں، ان کے تناظر میں سمجھا جا سکتا ہے کہ بچہ میں عقل وسمجھ اور مشقت کو برداشت کرنے کی صلاحیت آنا شروع ہوگئی یا نہیں؟ ان میں سے چند علامات پیش کی جاتی ہیں، اس کا مقصد تقریب ذہن ہے؛ تاکہ ایک عام قاری کے لئے ''شعور وتمیز'' جیسی بنیادی علت سمجھنے میں آسانی ہو۔

دائیں بائیں کی تمیز شعور کی علامت ہے

حضرت عبداللہ بن حبیب حضور اکرم ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں:

''اذا عرف الغلام يمينه من شماله، فمروه بالصلاة''(۳)

---

(۱) الأشباه والنظائر، أحكام الصبيان: ۳۰۹/۳

(۲) ہم نے مبتلی بہ بچہ کے ولی اور سرپرست کو قرار دیا ہے، بچہ کو نہیں، اس کی پوری تفصیل ''ولی اور سرپرست کی ذمہ اری'' کے عنوان کے تحت آرہی ہے۔

(۲) الطبرانی فی الأوسط، من اسمہ اسحاق، الرقم: ۳۰۱۹، ۳: ۲۳۵، علامہ ہیثمی نے لکھا ہے: اس کے رجال ثقہ ہیں۔ (مجمع الزوائد: ۷۹۹/۱)

''بچہ جب دائیں بائیں میں تمیز کرنے لگے تو نماز کا حکم کرو''

''دائیں بائیں کی تمیز'' ایک محاورہ ہے،(۱) جو ابتدائی شُد بُد کے لئے بولا جاتا ہے، اس کو عام زبان یا تعریف کے دائرہ میں لانا مشکل ہے، ہر ولی بچہ کے روزمرہ کے معمولات میں غور کر کے سمجھ سکتا ہے کہ یہ صفت نمودار ہوئی یا نہیں؟ تقریب کے لئے مثال حاضر خدمت ہے، مثلاً بچہ کسی دوسرے کی ہدایت کے بغیر اپنی جوتیاں صحیح پیر میں ڈالنے لگے یا ابن العربی کے بقول بچہ نماز کو نماز سمجھنے لگے(۲) تو کہا جائے گا کہ دائیں بائیں کی شُد بُد ہونے لگی ہے، اس کی تائید حضرت ہشامؒ کے اثر سے بھی ہوتی ہے، ہشام اپنے والد سے صحابۂ کرام کا عمل نقل فرماتے ہیں:

"كان يعلم بنيه الصلاة اذا عقلوا ، والصوم اذا أطاقوا"(۳)

''بچہ جب نماز کو نماز سمجھنے لگتا تو نماز سکھاتے اور طاقت آنے پر روزہ سکھاتے''

---

(۱) ان علامات کو بیان کرنے کا مقصد عام قارئین کرام کو مسئلہ سے قریب کرنا ہے، ان کو مسئلہ کے لئے معیار بنانا مقصود نہیں ہے اور ہو بھی نہیں سکتا؛ کیوں کہ امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کا مزاج ہے کہ ایسی چیزیں جن کا سمجھنا صرف فہم اور تجربہ پر موقوف ہو ان میں مبتلی بہ کی رائے ہی کو فیصل قرار دیتے ہیں، البتہ آپ کے شاگرد تقریب ذہن وفہم کے لئے ظاہری حد بندی کر دیتے ہیں، مثلاً حنفیہ کے یہاں پانی کی پاکی اور ناپاکی میں ''ماء قلیل اور کثیر'' معیار ہے، صاحب مذہب نے اس کی تحدید نہیں فرمائی اور رائے مبتلی بہ پر چھوڑ دیا، بعد میں امام محمدؒ کے شاگرد ابوسلیمان جوزجانی نے امام محمد سے ''ماء قلیل وکثیر'' کی مقدار کے متعلق سوال کیا۔ امام محمدؒ اس وقت کسی چھوٹی مسجد میں تشریف فرماتھے، جواب میں فرمایا: جو حوض اس مسجد کے برابر ہوگا اس کا پانی کثیر ہے اور جو چھوٹا ہو اس کا پانی قلیل ہے، طلبہ نے مسجد کی پیائش کی تو وہ دہ در دہ تھی، بعد کے دور میں عوام الناس کی آسانی کے لئے اسی قول کو پیش کیا جانے لگا، اسی طرح شعور وتمیز میں اصل رائے مبتلی بہ یعنی ولی کی ہوگی، وہ بچے کے معمولات، حرکات وسکنات سے اندازہ لگائے کہ بچہ شعور کے کس مرحلہ میں ہے۔

(۲) حاشيه بذل المجهود: ۲۳۱/۳

(۳) المصنف لابن أبي شيبة: ۲۰۳/۳

نماز کی سمجھ اور دائیں بائیں کی تمیز عام طور پر سات سال سے پہلے ہی ہو جاتی ہے۔

بیس تک گننا شعور کی علامت ہے

عبد الرحمٰن یحصبی کے اثر سے معلوم ہوتا ہے کہ بچہ کا بیس تک شمار کرنا ابتدائی شعور کی علامت ہے، وہ فرماتے ہیں:

"یؤمر الصبی بالصلاۃ اذا عدّ عشرین" (۱)

''بچہ جب بیس تک گننے لگے تو نماز کا حکم دیا جائے''

دودھ کے دانت ٹوٹ کر نئے دانت جمنا شعور کی علامت ہے

دودھ کے دانت ٹوٹنے کے بعد سب سے پہلے ''ثنایا'' یعنی سامنے والے اوپر نیچے کے چار دانت جمتے ہیں، عام طور پر بچوں میں عمر کے چھٹے سال میں دودھ کے دانت گر کر نئے دانت آنا شروع ہو جاتے ہیں۔ (۲) دور صحابہ میں اس عمر کے بچوں کو نماز اور اس کے ارکان و واجبات سکھائے جاتے تھے، گویا اس فطری اور طبعی تبدیلی کو بھی ''شعور و تمیز'' کی علامت سمجھا جاتا تھا، حضرت ابراہیم نخعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"کان یعلّم الصبي الصلاۃ اذا اثغر" (۳)

''جب دانت گرنے کے بعد ثنایا جمتے تھے تو بچوں کو نماز سکھائی جاتی تھی''۔

فقہاء کرام نے بھی اس علامت کا اعتبار کیا ہے؛ چنانچہ حضرت امام مالک علیہ الرحمہ اس اثر کی وجہ سے '' ثنایا'' دانت جمنے پر نماز کا حکم کرنے کے قائل ہیں (۴) گویا امام کے نزدیک اس عمر سے شعور کی ابتداء ہو جاتی ہے۔

---

(۱) المصنف لابن ابی شیبة: ۲۰۳/۳

(۲) حاشیة المصنف لابن أبی شیبة: ۲۰۳/۳

(۳) المصنف لابن أبی شیبة: ۲۰۳/۳، ''اثغر'' کے معنی ہیں دودھ کے دانت گرنے کے بعد ثنایا کا جمنا (النہایة: ۲۱۳/۱، اللسان: مادہ ثغر، ہندیہ: ۲۴۸/۶)

(۴) المنتقی شرح مؤطا: باب صلاۃ النبی ﷺ فی الوتر: ۲۱۹/۱

خلاصۂ بحث

بچوں کو مسجد لانے کے سلسلہ میں قائلین اور مانعین کے تفصیلی دلائل سامنے آ گئے، اس سے قبل اسلام میں بچوں کی تعلیم وتربیت کو بھی واضح کیا جا چکا ہے، مساجد کی پاکی، عظمت اور ایذاء مصلیین کے سلسلہ کی روایات کا تقاضہ یہ ہے کہ بچوں کو مسجد میں نہیں لانا چاہئے، جیسا کہ تلویث مساجد اور ایذاء مصلیین کے تحت بیان ہو چکا ہے، حالانکہ تعلیم وتربیت کے باب میں واضح نصوص موجود ہیں شریعت چاہتی ہے کہ ابتداء ہی سے بچہ کو دینی ماحول اور اسلامی رنگ دیا جائے؛ تاکہ بتدریج اس کی طبیعت شرعی ڈھانچہ کے موافق ڈھلتی رہے؛ تاکہ مستقبل کے بددین اور گمراہ فتنوں کو ذہن قبول نہ کرے، نماز تو شریعت میں سب سے اہم رکن ہے، لہٰذا اس کے تعلق سے اسلامی ارشادات میں مزید شدت آ جاتی ہے، چنانچہ ایک روایت میں اسلام اور کفر کے درمیان نماز اور ترک نماز کو حد فاصل قرار دیا(۱) اسی طرح جماعت والی نماز کو شریعت میں بڑی فضیلت حاصل ہے، تو بچوں کو مسجد میں لانا تربیت کے لئے ہر لحاظ سے بہتر اور معاون ہوگا؛ چنانچہ ایک صاحب عقل وشعور کے لئے ان پہلوؤں کو نظر انداز کرنا مناسب نہیں ہے۔

نماز کے لئے بچوں کو مسجد میں لانے کے قائلین کے دلائل کا تقاضہ ہے کہ کسی عمر کی تحدید کے بغیر خواہ شعور پیدا ہوا ہو یا نہ ہوا ہو، بچوں کو مسجد لانا چاہئے،(۲) اس صورت میں

---

(۱) مشکوۃ، ص:۵۸

(۲) گزشتہ روایات میں مذکور ہے کہ صحابیات کے ساتھ ان کے بہت ہی کم عمر بچے بھی ہوتے تھے، ان روایات کی وجہ سے ہر طرح کے بچہ کو لانے کی اجازت دینا مناسب نہیں ہے، اس کی وجہ سمجھنے سے پہلے بخاری شریف کی اس روایت پر نظر ڈالنی چاہئے، حضرت ابن سیرینؒ کی بہن حضرت حفصہؒ، ام عطیہؓ سے عیدگاہ جانے سے متعلق نبی کریم ﷺ کا ارشاد نقل کرتی ہیں: ”تخرج العواتق وذوات الخدور، والحيّض ويشهدن الخير ودعوة المؤمنين وتعزل الحيض المصلى“ =

تلویث مسجد اور ایذاء مصلیین جیسی علتوں سے آنکھ بند کر لینا، اسلام کے بنیادی اصول وضوابط کو چھوڑ دینے کے مترادف ہے، بہتر معلوم ہوتا ہے کہ تعلیم وتربیت، مساجد کی اہمیت وعظمت، نماز جیسی اہم عبادات اور اس کی تاکیدات میں سے کسی بھی پہلو کو نظر انداز نہ کیا جائے، اور ''شعور و تمیز'' کو کسوٹی بنا کر ہر پہلو کی رعایت کرتے ہوئے زیر بحث مسئلہ کو حل کیا جائے۔

= (بخاری، باب شهود الحائض العيد الخ) ''سیانی لڑکیاں، پردہ نشین عورتیں اور حیض والی عورتیں (عیدگاہ جانے کے لئے) نکلیں اور چاہئے کہ وہ مجالس خیر اور دعوت ونصیحت میں شریک ہوں اور حائضہ عورتیں نماز والی جگہ سے الگ رہیں''۔ اس روایت میں سیانی حتی کہ حیض والی عورتوں کو بھی عیدگاہ جانے کا حکم ہے، اس سے آپ ﷺ کا مقصد تعلیم ہے، نماز نہیں؛ کیوں کہ حیض اور نفاس والی عورتوں کے لئے عیدگاہ جانا لاحاصل ہے؛ کیوں کہ اس حالت میں نماز پڑھنا جائز نہیں ہے، اصل بات یہ ہے کہ اس دور میں دین نازل ہو رہا تھا اور مرد وعورت سب دین سیکھنے کے محتاج تھے اور عیدین کے موقع پر آپ ﷺ اہم اور قیمتی نصائح بیان فرماتے تھے؛ اس لئے عیدگاہ جانے کا حکم فرمایا۔ (تحفۃ القاری: ۲/۱۲۴) اسی طرح آپ ﷺ کے عہد مبارک میں مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کے علاوہ نو مساجد اور تھیں مسجد نبوی عام آبادی سے ایک جانب واقع تھی؛ اس لئے مرد وعورت کو فرصت ہوتی یا مسئلہ دریافت کرنا ہوتا تو وہ مسجد نبوی میں آتے تھے اور آپ ﷺ کی پر نور مجلس سے فیضیاب ہوتے تھے، باقی مسلمان اپنے قبیلوں کی مسجدوں میں نماز پڑھتے تھے (تحفۃ الالمعی: ۱/۴۴۸) اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ مسجد نبوی اور عیدگاہ میں عورتوں کا آنا دین سیکھنے کے لئے تھا؛ لیکن آپ ﷺ کے بعد یہ صورت باقی نہیں رہی، دین مکمل ہو چکا اور وہ کتابوں میں محفوظ ہے، بچے بچپن ہی سے تدریجاً حاصل کرتے ہیں اور دوسری طرف مردوں اور عورتوں دونوں کے حالات میں تبدیلی آ گئی، طبیعت شر پسند ہو گئیں ہیں؛ اس لئے فتنہ کا اندیشہ ہونے کی وجہ سے عورتوں کو نہ تو فرض نمازوں کے لئے مسجد جانا چاہئے اور نہ ہی عید کے لئے عیدگاہ جانا چاہئے۔

اب اصل مسئلہ کی طرف آتے ہیں، جن روایات میں صحابیات کے ساتھ چھوٹے بچوں کا مسجد میں آنے کا تذکرہ ہے ان میں دو باتیں ہو سکتی ہیں:

۱) وہ بچے شعور مند اور مسجد کے ادب سے واقف تھے تو کوئی اعتراض نہیں ہے؛ بلکہ ہمارے لئے مؤید ہے۔

۲) وہ بچے بہت چھوٹے اور غیر شعور والے ہوتے تھے تو مذکورہ روایت کی روشنی میں یہی کہا جائے گا کہ چوں کہ مائیں دین سیکھنے آتی تھیں تو مجبوراً بچوں کو بھی ساتھ لاتی تھیں؛ کیوں کہ ان کی غیر موجودگی میں بچوں کی دیکھ بھال کا مسئلہ پیش آئے گا، اب جب کہ وہ صورت باقی نہیں رہی تو اتنے چھوٹے غیر شعور مند بچوں کو لانا بھی درست نہیں رہا۔

عقل وشعور کے اعتبار سے بچوں کی تقسیم اوران کا حکم

زیر بحث مسئلہ میں بچوں کی مخصوص طبیعت اوان میں عقل وشعور کے نشو ونما کے اعتبار سے چار قسمیں ہیں:

۱۔ وہ بچے جو اتنے کم عمر ہوں کہ انہیں پاکی وناپاکی اور احترام مسجد کا شعور ہی نہ ہو اوران سے مسجد کے ناپاک ہونے کا ظن غالب ہو، ایسے بچوں کو تلویث مسجد کی وجہ سے مسجد میں لانا جائز نہیں ہے، علامہ شامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

"ویحرم ادخال صبیان ومجانین حیث غلب تنجیسهم والا فیکره" (۱)

۲۔ وہ بچے جو کچھ سمجھ رکھتے ہوں پاکی ناپاکی کا کبھی خیال کرتے ہیں اور کبھی نہیں کرتے، اوران کے لانے میں مسجد کے ناپاک ہونے کا فتوی اندیشہ نہ ہو تو انہیں مسجد میں لا سکتے ہیں؛ لیکن بہتر ہے کہ نہ لایا جائے۔(۲)

۳۔ وہ بچے جو پوری طرح باشعور ہوں، پاکی ناپاکی کو سمجھتے ہوں اور مسجد کا احترام ملحوظ رکھتے ہوں، انہیں مسجد میں لانا بلا کراہت جائز ہے؛ بلکہ نماز کی عادت ڈالنے کے لئے اور دیگر دینی مصالح کی وجہ سے لانا چاہئے، علامہ رافعی لکھتے ہیں:

"والا فاذا کانوا ممیزین ویعظمون المساجد بتعلیم من ولیهم فلا کراهة فی دخولهم"(۳)

والدین اور سرپرستوں کے لئے یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ دس سال کی عمر میں نماز چھوڑنے پر ہلکی پٹائی بھی کرے اور نماز کی قضاء بھی کرائے، تاکہ عادت اور مزاج بنے۔(۴)

---

(۱) شامی، مطلب فی أحکام المسجد: ۱/۴۸۶

(۲) حوالہ سابق

(۳) تقریرات رافعی: ۱/۸۶

(۴) تحفۃ الألمعی: ۲/۲۴۳

۴۔ وہ بچے جن کی عمر سات سال سے زیادہ ہو؛ لیکن بڑی عمر کے باوجود "شعور و تمیز" پیدا نہیں ہوا ہے، پاکی و ناپاکی اور احترام مسجد کا خیال نہیں، اور شور و ہنگامہ کر کے ایذاء مصلیین کا سبب بنتے ہیں تو ایسے بچوں کو بھی مسجد میں لانا جائز نہیں ہے؛ چوں کہ یہ مجانین کے حکم میں ہے۔(۱)

علت ثانی: ایذاء مصلین اور اس کا حل

قارئین کرام کو یاد ہوگا کہ احادیث کی روشنی میں زیر بحث مسئلہ کے لئے دو علتوں کو معیار بنایا گیا تھا:

۱) تلویث مسجد جو شعور و تمیز کی وجہ سے باقی نہیں رہی۔

۲) ایذاء مصلین یہ ابھی باقی ہے، اور اس کے لئے حل پیش کرنے اور تدبیر کرنے کی ضرورت ہے، اس کی تدبیر سے پہلے چند مسائل کو سمجھنا ضروری ہے، ان کی روشنی میں جو نتیجہ سامنے آئے گا وہ معتدل اور متوازن ہوگا؛ چنانچہ پہلے ان مسائل کو پیش کیا جاتا ہے۔

۱- ایک بچہ ہو تو بالغوں کی صف میں کھڑا کیا جائے

پہلا مسئلہ یہ ہے کہ فقہائے کرام کی تحریرات میں بچوں کی صف بندی کے حوالہ سے کچھ تفصیل ہے، اگر ایک بچہ ہے تو بالغ نمازیوں کے ساتھ انہی کی صف میں کھڑا کرنا چاہئے، اور اس میں کوئی کراہت بھی نہیں ہے۔

حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ میری نانی حضرت ملیکہؓ نے آپ ﷺ کے لئے ایک قسم کا کھانا تیار کیا اور آپ ﷺ کو کھانے پر بلایا، آپ ﷺ نے کھانا تناول فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا:

"قوموا فلأصلی لکم، قال أنس: فقمت إلی حصیر لنا قد اسود من طول ما لبس، فضحته بماء، فقام رسول الله ﷺ

(۱) شامی: ۴۸۶/۱

وصففت أنا والیتیم ورائه والعجوز من ورائنا، فصلیٰ لنا رسول الله ﷺ رکعتین ثم انصرف" (۱)

"چلو اٹھو میں تمہیں نماز پڑھا دوں، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اپنی اس چٹائی کی طرف اُٹھا جو کثرت استعمال کی وجہ سے سیاہ ہو چکی تھی، میں نے اس پر پانی چھڑکا، پس رسول الله ﷺ کھڑے ہوئے، میں نے اور یتیم (ضمیرہ بن ابی ضمیرہ) نے آپ ﷺ کے پیچھے صف بنائی، اور بوڑھی عورت نے ہمارے پیچھے صف بنائی، رسول الله ﷺ نے ہم کو دو رکعت پڑھائی، پھر آپ نے سلام پھیرا"۔

اس حدیث کی روشنی میں علامہ عینی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے:

"فیه قیام الطفل مع الرجال فی صف واحد" (۲)

"اس حدیث میں بچے کا مردوں کے ساتھ ایک صف میں کھڑے ہونے کا ثبوت ہے"۔

علامہ ابن نجیم مصری علیہ الرحمہ نے البحر الرائق میں لکھا ہے:

"لم ار صریحا حکم ماذا صلی ومعه رجل وصبی وان کان داخلاً تحت قوله: والاثنان خلفه وظاهر حدیث انس انه یسویٰ بین الرجل والصبی ویکونان خلفه، فانه قال: فصففت انا والیتیم ورائه والعجوز من ورائنا ویقتضی ایضا ان الصبی الواحد لا یکون منفرداً عن صف الرجال بل یدخل في صفهم"(۳)

---

(۱) بخاری، باب الصلاة علی الحصیر: ۵۵/۱ (۲) عمدة القاری: ۱۱۲/۴

(۳) البحرا لرائق، وقوف الماٗمومین فی الصلاة خلف الإمام: ۳۵۳/۱

''جب کوئی آدمی نماز پڑھے، اور اس کے ساتھ ایک مرد اور ایک بچہ ہو تو (بچہ کہاں کھڑا ہو) اس کا حکم میں نے صراحتاً نہیں دیکھا، اگر چہ یہ صورت ماتن کے قول والاثنان خلفه (یعنی دو آدمی ہوں تو امام کے پیچھے کھڑے ہوں) میں داخل ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ بچے اور مرد میں یکسانیت اور برابری ہے، اور وہ دونوں امام کے پیچھے کھڑے ہوں گے، اس لئے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ میں نے اور یتیم نے آپ کے پیچھے صف بنائی، اور بڑی بی نے ہمارے پیچھے صف بنائی، نیز یہ روایت تقاضہ کرتی ہے کہ ایک بچہ مردوں کی صف سے الگ کھڑا نہیں ہوگا؛ بلکہ مردوں کی صف میں داخل کیا جائے گا''۔

حضرت گنگوہی علیہ الرحمہ کی بھی یہی رائے ہے؛ البتہ اتنا اضافہ فرماتے ہیں کہ ایک ہو تو بائیں جانب کھڑا ہو، لکھتے ہیں:

''بچہ اگر تنہا ہو تو بائیں جانب صف میں کھڑا ہو جائے''(۱)

۲-ایک سے زائد بچوں کی صف بنانے کا سنت طریقہ

دوسری بات یہ ہے کہ بچے اگر ایک سے زائد ہوں تو ان کی صف بالغ نمازیوں کے پیچھے مستقل الگ بنانا سنت ہے، یہ مسئلہ کتب احادیث اور عبارات فقہیہ میں صراحت کے ساتھ موجود ہے۔

ایک مرتبہ لوگوں سے حضرت ابو مالک اشعری نے فرمایا کہ میں تمہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جیسی نماز نہ پڑھاؤں؟ لوگوں کی طرف سے اثبات میں جواب ملنے پر نماز پڑھانے کے لئے کھڑے ہوئے:

''فصف الرجال وصف الغلمان خلفهم ثم صلى بهم،

---

(۱) باقیات فتاوی رشیدیہ، ص:۱۵۵

فذكر صلاته ثم قال: هكذا صلوٰه قال عبد الاعلىٰ: لا احسبه الا قال:أمتي" (۱)

''پہلے آپ نے مردوں کی صف بنائی، ان کے پیچھے بچوں کی صف بنائی پھر آپ نے ان کو نماز پڑھائی، ابو مالک رضی اللہ عنہ نے آپ کی نماز کا طریقہ ذکر کیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ میری امت کا یہی طریقہ ہے''۔

فقہاء کرام نے بھی یہی ترتیب سنت قرار دی ہے، درمختار میں ہے:

"ويصف الرجال ثم الصبيان ظاهره تعددهم فلو واحدا دخل الصف" (۲)

''مردوں کی صف بنائی جائے پھر بچوں کی صف بنائی جائے، صبیان (جمع کا صیغہ) کا ظاہر بتا رہا ہے کہ بچے جب متعدد ہوں تب یہ حکم ہے؛ لیکن اگر بچہ ایک ہی تو وہ مردوں کی صف میں کھڑا ہوگا''۔

۳- بچوں اور بالغوں کے درمیان صفوں کی ترتیب سنت ہے

تیسری بات یہ ہے کہ بالغ نمازیوں کے پیچھے علیحدہ بچوں کی صف لگانا سنت ہے، واجب اور فرض نہیں ہے، قارئین کرام اس اہم بات کو یاد رکھیں، غنیۃ المستملی میں صریح عبارت موجود ہے اور اسی قول کو صحیح اور مفتیٰ بہ قرار دیا ہے:

"ثم الترتيب بين الرجال والصبيان سنة لا فرض هو الصحيح" (۳)

اس ترتیب کے سنت ہونے کا واضح مطلب یہ ہے کہ باشعور بچوں کے لئے بالغ

---

(۱) ابو داؤد، باب مقام الصبيان من الصف: ۹۸/۱

(۲) در مختار مع رد المحتار، باب الإمامة: ۴۲۲/۱

(۳) غنية المستملى، ص:۴۸۵

مردوں کی صف میں ان کے درمیان کھڑے ہونے اور نماز پڑھنے کی گنجائش ہے اور اس کی وجہ سے بالغ نمازیوں کی نماز میں کسی طرح کی کوئی خرابی، خلل یا کراہت نہیں آئے گی، گذشتہ صفحہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی نانی کے یہاں دعوت کا واقعہ گزرا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی بی کے گھر نماز پڑھی اور یتیم بچہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے صف بنائی، اس سے یہ معلوم ہوا کہ نابالغ بچہ کی محاذات مفسد صلاۃ نہیں ہے۔

حضرت مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم لکھتے ہیں:

> ''چھوٹی عمر کے لڑکوں کے بڑوں کے ساتھ شامل ہوجانے کی وجہ سے بڑوں کی نماز پر کوئی اثر نہیں پڑتا، ایک بچہ ہونے کی صورت میں اس کو بڑوں کے ساتھ کھڑا کرنے کا حکم کتابوں میں صراحۃً موجود ہے، اگر نابالغ بچہ کے بڑوں کے ساتھ صف میں شامل ہونے سے بڑوں کی نماز خراب ہوجاتی تو یہ حکم نہ دیا جاتا'' (۱)

مفتی عزیز الرحمٰن صاحب علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

> ''نابالغ لڑکا اگر مردوں کی صف میں کھڑا ہوگیا اور دونوں طرف بالغین کھڑے ہوگئے تو ان بالغین کی نماز میں کچھ فساد اور کراہت نہیں آتی'' (۲)

۴-شعور مند بچے کا پہلی صف میں کھڑا ہونا

چوتھی اہم بات یہ ہے کہ بچے اور بالغ نمازیوں کے درمیان صفوں کی ترتیب کے سنت ہونے کے ثبوت کے بعد یہ مسئلہ بھی طے ہوجاتا ہے کہ شعور وتمیز والا بچہ پہلی صف میں بھی کھڑا ہوسکتا ہے، بالغ نمازیوں کی نماز میں فساد واقع نہیں ہوگا، ایک حدیث شریف میں نبی

---

(۱) محمود الفتاوی: ۳۸۶/۲، حاشیۃ الطحطاوی علی المراقي، ص: ۳۲۹، الموسوعۃ الفقھیۃ: ۱۷۳/۳۶، الکوکب الدری اردو: ۴۲۹/۱

(۲) فتاوی دار العلوم: ۳۴۲/۳

کریم ﷺ نے صفوں کی ترتیب بتائی ہے، اس کی حقیقت معلوم کر لینا ضروری ہے؛ تاکہ کسی بھی جہت سے آنے والے شبہ کا حل ہو جائے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"لیلینی منکم اولوالاحلام والنهي، ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم" (۱)

''چاہئے کہ تم میں سے بالغ اور عاقل لوگ میرے قریب کھڑے ہوں، پھر جو اُن کے قریب ہوں، (مراہقین) پھر جو اُن کے قریب ہوں، (شعور وتمیز والے بچے)''

عورت اور مرد کے درمیان ترتیب کا مسئلہ تو طے شدہ ہے کہ عورت ایک ہو یا زیادہ اگر جماعت میں شریک ہے تو مردوں کی صف میں کھڑی نہیں ہوگی، اس لئے کہ عورت کی محاذات مفسد صلاۃ ہے، (۲) لیکن یہاں مسئلہ بچوں اور بالغ نمازیوں کے درمیان ترتیب کا ہے، مذکورہ روایت میں آپ ﷺ نے ترتیب ارشاد فرمائی ہے۔روایت میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ امت کے بالغ اور عاقل لوگوں کو پہلی صف میں امام سے متصل نماز پڑھنے اور اس مقام کی فضیلت پانے کی ترغیب فرما رہے ہیں، (۳) اور یہ حکم چند حکمتوں کی بناء پر ہے:

۱۔ دور نبوی ﷺ میں بیشتر احکام عمل نبوی سے اخذ کئے جاتے تھے، اس لئے عاقل

---

(۱) ابو داؤد، باب من يستحب أن يلي الإمام الخ :۹۸/۸، ''لیلینی'' چند طرح پڑھا جا سکتا ہے:۱) بكسر اللامين وتشديد النون وفتح الياء التى قبلها على صيغة الأمر، (بذل: ۶۲۳/۳)(۲) بكسر اللامين بدون الياء قبل النون وتخفيف النون، (۳) بالياء وتخفيف النون (تحفة الألمعي:۵۵۴/۱) ''الاحلام'' یا تو حلم، بالکسر کی جمع ہے جس سے مراد عقل اور سمجھ ہے، اس صورت میں عقلاء مراد ہوں گے، یا ''حلم'' بالضم کی جمع ہے، جس کے معنی خواب کے ہیں، لیکن یہاں مراد بلوغ ہے، ''والنہی'' نہیۃ کی جمع ہے بمعنی عقلاء۔

(۲) البحر الرائق، وقوف المامومين فى الصلاة خلف الإمام: ۳۷۴/۱

(۳) مرقاة:۸۵۰/۳

اور بالغ صحابۂ کرام کو پہلی صف میں اپنے سے متصل کھڑے ہونے کی ترغیب دی؛ تاکہ وہ دیکھ کر صحیح طریقۂ نماز محفوظ کریں، اور دوسروں کو سکھائیں، آپ ﷺ کے بعد یہ حکمت ختم ہوگئی۔

۲۔ اگر امام کو حدث پیش آجائے تو خلیفہ بنانے کے لئے امامت کے لائق آدمی فوراً مل جائے۔

۳۔ امام کے بھولنے کی صورت میں عاقل بالغ لقمہ دے سکے۔(۱)

آخر کی دو حکمتیں باقی ہیں، ان مصالح میں غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ حدیث مذکور میں حکم ارشادی ہے، وجوبی نہیں ہے(۲)؛ ورنہ بالغ اور بچوں کی صفوں کی ترتیب بھی واجب ہوجائے؛ حالاں کہ تفصیلاً گزر چکا ہے کہ وہ ترتیب سنت ہے؛ لیکن چوں کہ اس مسنون ترتیب کی تین حکمتوں میں سے آخری دو حکمتیں باقی ہیں اور رہیں گی؛ اس لئے اگر دشواری پیش نہ آئے اور بچے ایک دو سے زائد ہوں تو حکم یہی رہے گا اور بالغ نمازویں کے پیچھے علیحدہ بچوں کی صف بنائی جائے گی اور اگر اس ترتیب پر عمل کرنے میں کسی مفسدہ کے پیش آنے کا ظن غالب ہو، مثلاً: علیحدہ صف بنانے میں بچے شرارت کریں جو نمازیوں کے لئے تکلیف کا باعث ہوتا ہے یا جمعہ اور عیدین میں بچوں کے گم ہوجانے کا خوف ہو تو فقہاء نے ایسی صورت میں دوسری تدبیر اور ترتیب اختیار فرمائی ہے جیسا کہ آگے تفصیل آرہی ہے۔(۳)

۵- باشعور بچوں کو نماز کی حالت میں صفوں سے نکالنا درست نہیں

پانچویں بات یہ ہے کہ بلوغت سے پہلے بچوں پر نماز فرض نہیں ہے؛ لیکن اگر بچہ ارکان کی رعایت کے ساتھ نماز ادا کرتا ہے تو نماز کا تحقق ہوگا اور نماز لائق اجر ہوگی، علامہ ابن نجیم مصری علیہ الرحمہ نے لکھا ہے:

”وتصح عباداته وان لم تجب عليه واختلفوا في ثوابها

---

(۱) الكوكب الدرى اردو: ۱/۴۳۰

(۲) أنوار المحمود: ۱/۲۴۵، بحوالہ بذل المجہود: ۳/۶۲۴، غنیۃ المستملی ص: ۴۸۵

(۳) التحرير المختار: ۱/۷۳

والمعتمد أنه له وللمعلم ثواب التعلیم" (۱)

" عبادات اگر چہ بچہ پر واجب نہیں ہے؛ لیکن ادا کرے تو صحیح ہو جائیں گی، اور اس کا ثواب بچے کو اور معلم کو تعلیم کا ثواب ملے گا"۔

جب بات واضح ہوگئی کہ شعور وتمیز والے بچے کی نماز، نماز ہے تو ان کو نماز کی حالت میں اگلی صفوں سے پچھلی صف میں دھکیلنا اور کاندھے پکڑ کر دائیں بائیں کرنا درست نہیں ہے، اس عمل سے بچہ کی صحیح عبادت فاسد ہوسکتی ہے۔

حضرت مفتی احمد خانپوری دامت برکاتہم سے سوال کیا گیا کہ کوئی مصلی دیر سے آیا، جماعت کھڑی ہو چکی تھی اس نے دیکھا کہ ایک چھوٹا بچہ بڑوں کی صف میں کھڑا نماز ادا کر رہا ہے تو کیا وہ مصلی چھوٹے بچے کو کھینچ کر پیچھے کی قطار میں لاسکتا ہے؟ حضرت نے جواب دیا: جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی شرعی ضرورت کے بغیر ایسا کرنا درست نہیں ہے، لکھتے ہیں:

" اگر ایک ہی چھوٹا بچہ بڑوں کی صف میں کھڑا ہو کر نماز ادا کر رہا ہے تو اس کا یہ عمل شرعاً درست ہے؛ اس لئے کہ یہی حکم ہے، بعد میں آنے والا مصلی اس کو کھینچ کر پیچھے کیوں لائے گا" (۲)

اس مسئلہ کو اصول وقواعد کی میزان میں تولا جائے، تو کسی بھی صف کے کسی بھی حصہ میں پہلے آنے والے کا قانونی حق ہوتا ہے، اس کو وہاں سے اُٹھانا، دھتکارنا جائز نہیں ہے، ہاں! سبقت کرنے والا بخوشی اپنے کسی عزیز یا بڑے کو ترجیح دے دے اور خود پیچھے چلا آئے تو گنجائش ہے۔ (۳) سنن بیہقی میں اسمر بن مضرس کی روایت ہے:

" من سبق الیٰ ما لم یسبقه الیه مسلم فهو له" (۴)

---

(۱) الأشباه والنظائر، احكام الصبيان: ۳۱۱/۳
(۲) محمود الفتاویٰ: ۳۸۶/۲
(۳) حموی علی الاشباه: ۳۹۸/۱
(۴) السنن الكبرى للبيهقي، باب من إحيا الخ، ضعيف جدا: ۲۷۰/۶

’’جو شخص ایسی چیز کی طرف سبقت کرے جس کی طرف کسی مسلمان
نے سبقت نہیں کی ہے تو وہ سبقت کرنے والے کے لئے ہے‘‘۔

ظاہر ہے کہ کسی بھی صف میں اگر شعور وتمیز والا بچہ آجائے، تو وہی اس جگہ کا حقدار ہے، اس کو ہٹانے کی ضرورت نہیں ہے، بعد میں آنے والے بالغ حضرات کو چاہئے کہ وہ بچہ کے دائیں بائیں کھڑے ہو جائیں، ان کی نماز میں خرابی نہیں آئے گی؛ کیوں کہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ بچہ کی محاذات مفسد صلاۃ نہیں ہے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے:

” نهى النبى صلى الله عليه وسلم: أن يقيم الرجل اخاه من مقعده و يجلس
فيه، قلت لنافع: الجمعة؟ قال: الجمعة و غيرها۔“ (۱)

’’نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ کوئی شخص اپنے بھائی کو اُٹھا کر اس کی
جگہ بیٹھے (ابن جریج) نے نافع سے پوچھا کہ یہ ممانعت جمعہ کے
لئے ہے؟ فرمایا: جمعہ اور اس کے علاوہ کے لئے ہے، (نماز ہو یا دیگر
مجلس سب کا یہی حکم ہے)‘‘

اس روایت کا تقاضا ہے کہ بچوں کو ان کی جگہ سے ہٹانا درست نہیں ہے۔ (۲)

---

(۱) بخاری، باب لا يقيم الرجل أخاه

(۲) مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے علاوہ چار حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے آثار منقول ہیں۔ (مصنف ابن أبي شيبة :۳۷۹/۳) جن میں نقل کیا گیا ہے کہ یہ حضرات صف سے بچوں کو نکال دیتے تھے۔

ان آثار کے سلسلہ میں پہلے تو یہ طے کرنا چاہئے کہ یہ عمل نماز کی حالت میں کرتے تھے یا صف بندی کے وقت، عبارات کی روشنی میں کوئی حتمی بات نہیں کہی جا سکتی؛ کیوں کہ نمازیوں کی قطاروں کو اور مساجد میں بچھی ہوئی چٹائیوں کو مستقل ہیئت کی وجہ سے صف ہی سے تعبیر کیا جاتا ہے اور مذکورہ حضرات میں سے بعض حضرات مثلاً حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے دور خلافت میں امام بھی ہوا کرتے تھے اور نماز شروع کرنے کے بعد امام کے لئے یہ عمل ممکن نہیں ہے؛ اس لئے راجح یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ عمل صف بندی کے وقت مسنون ترتیب قائم کرنے کے لئے فرماتے تھے۔

نسائی شریف میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا قصہ منقول ہے کہ انہوں نے نماز کی حالت میں قیس بن عباد رضی اللہ عنہ کو پہلی صف سے نکال کر دوسری صف میں کھڑا کر دیا تھا اور خود ان کی جگہ کھڑے ہو گئے تھے۔ (نسائی، ۹۲) حالاں کہ قیس بالغ مرد تھے، امام نسائیؒ نے اس پر ” من يلي الإمام ثم الذي يليه “ =

اس نازک مسئلہ میں یہ بات بھی غور طلب ہیکہ بچوں کے ساتھ ایسا رویہ اختیار کرنے میں مسلمانوں کے موجودہ احوال کے پیش نظر بڑے نقصان کا اندیشہ ہے، بسا اوقات طبائع نرم ونازک ہونے کی وجہ سے یہ رویہ نماز اور مسلمانوں سے دوری اور کراہت کا سبب بھی بن سکتا ہے؛ اس لئے اس سے پرہیز کرنا چاہئے، بہرحال یہ تفصیل تو اس صورت میں تھی جب بچے بڑوں کی صف میں کھڑے ہوکر نماز شروع کردیں؛ لیکن اگر ابھی نماز شروع نہیں ہوئی اور چند بچے بڑوں کی صف میں ہیں تو مسنون ترتیب اختیار کرنی چاہئے کہ بچوں کو نکال کر ان کی علیحدہ صف بڑوں کے پیچھے بنائی جائے اور اگر مستقل صف بنانے میں شرارت کریں یا بڑا مجمع ہونے کی وجہ سے گم ہوجانے کا اندیشہ ہوتو فقہاء نے دوسری تدبیر اور ترتیب اختیار فرمائی ہے، جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

= کے الفاظ سے بات قائم کیا ہے، ایسا عمل کیوں کیا؟ اس کو سمجھنے سے پہلے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی مذکورہ روایت (جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بالغ عاقل کو اپنے قریب کھڑا ہونے کا حکم فرمایا ہے) کی مختصر تفصیل جان لینی چاہئے، اس روایت میں جس طرح بالغ اور بچوں کے درمیان صف بندی کی ترتیب قائم کی گئی ہے، اسی طرح بالغ مردوں کے درمیان بھی ترتیب کا حکم ہے، چنانچہ عقل وفہم اور علم وعمل میں سب سے بلند حضرات کو امام کے قریب کھڑا ہونے کا حکم ہے، پھر جو ان سے کم تر ہو، اسی طرح مذکورہ صفات میں کمی زیادتی کی رعایت کے ساتھ صف بندی ہونی چاہئے، (بذل: ۶۲۴/۳) اس اصولی بات کو سمجھنے کے بعد اصل واقعہ کی طرف آتے ہیں، نماز کے بعد حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے اپنے عمل کی وجہ بیان فرمائی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (صحابہ) کو اپنے (امام) نزدیک رہنے کی وصیت فرمائی ہے؛ کیوں کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا عقل وفہم اور علم وعمل میں دیگر لوگوں سے بلند ہونا خیر القرون قرنی ثم الذین یلونہم اور دیگر روایات کی روشنی میں منصوص ہے، تو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے اس بلند صفات جماعت کا فرد ہونے کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل میں یہ عمل کیا، اب چوں کہ وحی کا سلسلہ بند ہو چکا ہے؛ اس لئے علم وفہم کے سلسلہ میں کسی بھی فرد کے بارے میں حتمی حکم نہیں لگایا جاسکتا اور اس معیار کی بناء پر امام سے اتصال کا باب بند ہوگیا ورنہ ہر ایک مدعی ہوتا اور فساد برپا ہوجاتا؛ لیکن چوں کہ صفوں کی ترتیب بندی میں خلیفہ بنانے اور لقمہ دینے کی حکمت بھی ہے، اس لئے اگر صف بندی کے وقت علماء موجود ہوں تو ان کو امام کے پیچھے جگہ دینا بہتر ہے۔

بڑوں اور بچوں کے درمیان ترتیب میں بلوغت اور عدم بلوغت معیار ہے، جس کو ہر فرد جان سکتا ہے، اس لئے یہ ترتیب باقی ہے اور باقی رہے گی اور نماز سے قبل صف بندی کے وقت اس کی رعایت کرنی چاہئے اور بچوں کو پچھلی صف میں کردینا چاہئے؛ لیکن نماز کی حالت میں بچوں کو کھینچ کر دوسری صف میں کردینے کے تعلق سے فقہاء امت کی عبارات میں کوئی حکم بندہ کی نظر سے نہیں گزرا۔

نماز میں بچہ کے سامنے سے گزرنا

''شعور وتمیز'' والے بچہ کے سامنے سے نماز کی حالت میں گزرنا، یہ شق ہماری بحث کا حصہ نہیں ہے؛ لیکن ہم تحریر میں جس حل اور فیصلہ کی طرف چل رہے ہیں اس میں اس جزئیہ سے تقویت ملے گی، شریعت نے نمازی کے احوال کی بہت رعایت کی ہے؛ چنانچہ نمازی کے سامنے سے گزرنے سے منع کیا گیا ہے، بخاری شریف میں روایت ہے کہ حضرت زید بن خالد نے ابوجہیم سے یہ مسئلہ معلوم کرنے کے لئے بھیجا کہ نمازی کے سامنے سے گزرنے والے کے سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ سے کیا سنا ہے، تو ابوجہیم نے نبی ﷺ کا یہ ارشاد نقل فرمایا:

”لو یعلم المار بین یدی المصلی ماذا علیه لکان ان یقف اربعین خیراً له من أن یمر بین یدیه“ (۱)

''اگر نمازی کے سامنے سے گزرنے والا یہ جان لے کہ اس پر کیا گناہ ہوتا ہے تو اس کا یونہی چالیس سال ٹھہرنا نمازی کے سامنے سے گزرنے سے بہتر ہے''

اس روایت میں ''المصلیٰ'' کا لفظ ہے، جو اپنے معنیٰ میں بالغ نمازی اور شعور مند نابالغ نمازی سب کو شامل ہے، لہٰذا جس طرح بالغ نمازی کے سامنے گزرنا ناجائز ہے، اسی طرح بلاضرورت اس بچے کے سامنے سے گزرنا ناجائز ہے، اور اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے جیسا کہ ہم عرض کر چکے ہیں کہ بچہ کی عبادات شریعت کی نگاہ میں درست ہے، لہٰذا اس کے ساتھ وہی معاملہ ہونا چاہئے جو بالغ نمازی کے ساتھ ہوتا ہے۔ (۲) اور اگر بچہ شعور مند نہیں ہے نماز

---

(۱) بخاری، باب اثم المار بین یدی المصلی: ۷۴/۱

(۲) بعض فقہی عبارات میں بچہ کے سامنے سے گزرنے کی اجازت ہے، اس سلسلہ میں یہ بات بطور خاص ملاحظہ فرمائیں کہ یہ اجازت صرف بچوں کے تعلق ہی سے نہیں ہے؛ بلکہ بالغ نمازی کے سلسلہ میں بھی یہی مسئلہ ہے، چنانچہ فقہی کتب میں صراحت موجود ہے کہ پچھلی صف میں جگہ نہ ہو اور آگے کی کسی صف میں گنجائش ہو تو نمازی کے سامنے سے گزر کر اس خلاء کو پُر کر سکتا ہے اور اس صورت میں گزرنے والا گنہگار بھی نہیں ہوگا۔ (شامی: ۵۷۰/۱، دارالفکر، مراقی الفلاح: ۱۱۷، فتاوی دارالعلوم: ۳۵۴/۳، =

کی حالت میں ادھر ادھر دیکھتا ہے اور کھیلتا ہے تو ایسے بچے کے سامنے سے گزرنے میں کوئی حرج نہیں ہے؛ کیوں کہ یہاں نماز کا تحقق ہی نہیں ہے۔

ایذاء مصلین اور علامہ رافعی کا فتویٰ

علت ثانی کی تدبیر اور حل سے پہلے چند ضروری مسائل کی طویل بحث سے یہ واضح ہو گیا کہ ایک سے زائد بچوں کے لئے بالغ مردوں کے پیچھے علیحدہ صف بنانا مسنون ہے؛ لیکن اپنے ارد گرد کے ماحول کو دیکھ کر ہم کہہ سکتے ہیں کہ موجودہ دور میں شاید ہی کوئی علاقہ یا سوسائٹی ہو جہاں بچے سلیقہ منداور تربیت یافتہ ہوں، کہ علیحدہ صف میں باادب اور سنجیدہ کھڑے رہیں، ہمارا ماحول تو یہ ہے کہ چند بچے جمع ہو جائیں تو اپنی اور بسا اوقات بالغ نمازیوں کی بھی نماز فاسد کر دیتے ہیں، آپس میں ادھر اُدھر دھکا مکی شور وغل اور مسجد کی حرمت خوب پامال کرتے ہیں، نمازیوں کو ایذاء دیتے ہیں، یہی وہ علت ہے جس کی وجہ سے بچوں کو مسجد لانے سے منع کیا گیا۔اب ہمارے سامنے دو صورتیں ہیں:

۱۔ بچوں کو مسجد آنے سے روک دیا جائے، اس صورت میں موجودہ معاشرہ کے حالات کے تناظر میں جو نتائج برآمد ہوں گے وہ صاحب عقل وشعور پر پوشیدہ نہیں ہیں۔

۲۔ بچوں کو مسجد لایا جایا، نماز اور اس کے متعلقات سکھائے جائیں، اور ان کے سبب نمازیوں کو جو ایذاء ہوتی ہے، اس کا حل تلاش کیا جائے، چنانچہ علامہ رافعی علیہ الرحمہ نے حل پیش فرمایا ہے کہ اب بچوں کی علیحدہ صف نہیں بنائی جائے گی؛ بلکہ بچوں کو مردوں کے درمیان انہیں کی صفوں میں کھڑا کیا جائے، مزید بہتر ہے کہ ولی خود اپنے ساتھ بچے کو صفوں کے کنارے پر کھڑا کرے، اس تدبیر کی وجہ سے بچوں کو شرارت کرنے کا موقع نہیں ملے گا، اور نسل نو کی صحیح آبیاری ممکن ہو سکے گی، چنانچہ علامہ رافعی نے اس پر فتویٰ دیا ہے، لکھتے ہیں:

= محمود الفتاوی: ۳۸۹/۲) لہٰذا نمازی کے سامنے سے گزرنے کی اجازت ہو یا نہ ہو، دونوں صورتوں میں بالغ اور باشعور بچہ ایک ہی حکم رکھتے ہیں اور احترام صلاۃ کا تقاضہ بھی یہی ہے۔

”ربما یتعین فی زماننا ادخال الصبیان فی صفوف الرجال لان المعهود منهم اذا اجتمع صبیان فاکثر تبطل صلاۃ بعضهم ببعض، وربما تعدی ضررهم الیٰ فساد الرجال“ (۱)

’’بسا اوقات ہمارے زمانہ میں بچوں کو مردوں کی صفوں میں داخل کرنا متعین ہو جاتا ہے؛ اس لئے کہ یہ تجربہ ہے کہ جب دو بچے یا اس سے زیادہ اکٹھے ہوں، تو ایک کی وجہ سے دوسرے کی نماز باطل ہو جاتی ہے، اور بسا اوقات ان کا ضرر مردوں کی نماز فاسد کرنے تک متعدی ہوتا ہے‘‘۔

موجودہ معاشرہ اور ماحول کے پیش نظر یہ حل اور تدبیر مناسب ہے، یہ تدبیر اختیار کر کے بچوں کو شرارت سے روکا جا سکتا ہے اور ایذاء مصلیین والی علت کو ختم کیا جا سکتا ہے، اس صورت میں چند باتیں گذشتہ بحثوں کی روشنی میں ملحوظ رکھنی چاہئے:

۱- اگر صورت ایسی ہو تو ذی شعور بچوں کو مردوں کی صفوں کے درمیان کھڑا کرنا چاہئے اور دائیں بائیں کنارہ پر کھڑا کرنا زیادہ بہتر ہے۔

۲- بچوں کو صف اول میں امام سے متصل کھڑا نہیں کرنا چاہئے چوں کہ وہ جگہ اپنی مصالح کی روشنی میں بالغ حضرات کے لئے ہے اور ان میں بھی علماء اور حفاظ کے لئے ہے؛ تاکہ ضرورت کے وقت امام کو لقمہ دے سکیں اور خلیفہ بن سکیں۔

۳- علامہ رافعیؒ کا فتوی ایک تدبیر ہے جو بقدر ضرورت ہے، اولیاء بچوں کو نماز اور مسجد کی عظمت سکھائیں، تربیت کے بعد جب محسوس ہو کہ بچے اب شرارت کر کے نمازیوں کی تکلیف اور مسجد کی بے حرمتی نہیں کریں گے تو اصل مسنون ترتیب پر ہی عمل کریں، یعنی بچوں کی مستقل علیحدہ صف بنائیں۔

۴- امام مسجد کو چاہئے کہ صف بندی کے وقت پابندی سے اعلان کر کے اس تدبیر پر عمل

---

(۱) تقریرات رافعی: ۱/۷۳

کرائیں اس سے ماحول میں بیداری اور مسئلہ کی سمجھ پیدا ہوگی۔

متأخرین حنفیہ کے علاوہ امام مالکؒ اور بعض شوافع کی بھی یہی رائے ہے:

"یقف کل صبي بین رجلین لیتعلموا منهم الصلاة" (۱)

''ہر بچہ دو مردوں کے بیچ میں کھڑا ہو؛ تا کہ ان سے نماز سیکھے''

موجودہ دور کے اصحاب افتاء نے بھی علامہ رافعیؒ کی رائے کو پسند فرمایا ہے، اور تصویب فرمائی ہے، حضرت مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ العالی فرماتے ہیں:

''اب مفتی بہ قول یہ ہے کہ بچوں کو پیچھے کھڑے نہ کریں، ورنہ وہ بہت شرارت کرتے ہیں، لہٰذا ان کو صفوں میں دائیں بائیں کھڑا کیا جائے؛ تا کہ وہ شرارت کر کے نماز خراب نہ کریں، علامہ رافعیؒ نے یہی فتویٰ دیا ہے'' (۲)

حضرت مفتی رشید احمد صاحب علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں:

''اگر نابالغ لڑکے زیادہ ہوں تو ان کو پیچھے کھڑا کرنا مستحب ہے واجب نہیں، مگر اس زمانہ میں لڑکوں کو مردوں کی صفوف ہی میں کھڑا کرنا چاہئے؛ کیوں کہ دو یا زیادہ لڑکے ایک جگہ جمع ہونے سے اپنی نماز خراب کرتے ہیں؛ بلکہ بالغین کی نماز میں بھی خلل پیدا کرتے ہیں'' (۳)

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ تحریر کرتے ہیں:

''جو بچے بالکل کم عمر ہوں ان کو تو مسجد میں لانا ہی جائز نہیں، نابالغ بچوں کے بارے میں اصل حکم تو یہی ہے کہ ان کی الگ صف بالغ

---

(۱) المیزان للشعرانی بحواله الدر المنضود: ۱۹۱/۲

(۲) انعام الباری: ۵۹۱/۳

(۳) احسن الفتاوی: ۳۸۰/۳

مردوں کی صف سے پیچھے ہو؛ لیکن آج کل بچے جمع ہوکر زیادہ اودھم مچاتے ہیں؛ اس لئے مناسب یہی ہے کہ بچوں کو ان کے اعزہ اپنے برابر کھڑا کرلیا کریں، بچوں کو سمجھانا چاہئے اور پیار ومحبت سے ان کو نماز میں کھڑے ہونے کا طریقہ بتانا چاہئے، بچوں کو ڈانت ڈپٹ سے چنداں فائدہ نہیں''(۱)

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی مدظلہ لکھتے ہیں:

''پہلے مردوں کی صف لگائیں پھر ان کے پیچھے بچوں کی، اس کے بعد نماز پڑھائے؛ لیکن یہ حکم اس وقت ہے جب بچے نابالغ اور ذی شعور ہوں اور نماز کے درمیان شور وشغب نہ کرتے ہوں، اگر بچے چھوٹے ہوں اور شور کرتے ہوں تو انہیں بڑوں کی صف میں شامل کرلینا چاہئے''(۲)

مفتی محمد سلمان منصور پوری لکھتے ہیں:

''موجودہ معاشرہ کو دیکھتے ہوئے باشعور بچوں کو مسجد میں لانا مصلحت کے مطابق ہے لیکن یہ ضروری ہے کہ ان بچوں کی پوری نگرانی کی جائے اور انہیں شرارت اور کھیل کود سے روکنے کی تدبیریں اپنائی جائیں، مثلاً: بچوں کو ایک جگہ کھڑا کرنے کی بجائے متعدد حصوں میں متعدد صفوں کے کنارہ پر کھڑا کردیا جائے''(۳)

ولی اور سرپرست کی ذمہ داری

''مروا صبیانکم'' والی روایت میں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ شریعت نے اولیاء

---

(۱) آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۲۲۲/۲

(۲) کتاب الفتاوی: ۲۶۶/۲

(۳) کتاب النوازل: ۴۴۰/۴

اور سر پرستوں کو حکم دیا ہے کہ اپنے بچوں کو نماز اور اس کے متعلقات سکھائیں، اس روایت میں بچہ کو خطاب نہیں ہے؛ کیوں کہ بچہ بلوغت سے پہلے مکلّف ہی نہیں ہے، اور اہل اصول نے قاعدہ لکھا ہے:

"الأمر بالامر بالشئي ليس امرا بذلك الشئي" (۱)

''یعنی کسی شخص کو امر کرنے کا حکم کرنا یہ براہ راست اس شخص کو امر نہیں ہے''۔

مثلاً: زید کو حکم دیا جائے کہ وہ بکر کو مدرسہ جانے کا حکم کرے، تو بکر اول شخص کی طرف سے مامور نہ ہوگا؛ بلکہ زید مامور کی طرف سے مامور ہوگا، لہٰذا یہ بچہ اولیاء کی طرف سے مامور ہوگا، اور اولیاء شریعت کے مامور ہوں گے، اور چونکہ یہ حکم واجب درجہ کا ہے؛ اس لئے اولیاء کی ذمہ داری ہے کہ خود ہی بچوں کو نماز کے لئے مسجد لائیں اور اپنی نگرانی میں اپنے پاس کھڑا کر کے نماز ادا کروائیں، علامہ رافعیؒ کے مذکورہ فتویٰ کے بعد اولیاء پر مزید ذمہ داری ثابت ہو جاتی ہے:

۱۔ حدیث کی وجہ سے اولیاء پر بچوں کو نماز وغیرہ سکھانا واجب ہے۔

۲۔ علامہ رافعیؒ کے مذکورہ حل پیش کرنے کے بعد اولیاء پر لازم ہے کہ جب بچوں کو اپنے ساتھ مسجد لائیں تو اپنے برابر میں دائیں بائیں کنارہ پر کھڑا کریں؛ تاکہ ان کے ڈر اور خوف کی وجہ سے بچے سنجیدگی کا مظاہرہ کریں، اور نمازیوں کے لئے ایذاء کا سبب نہ بنیں، اور ولی بچہ کی شرارت پر تادیب کرے اور سمجھائے، اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے دور خلافت میں امیر المؤمنین ہونے کی وجہ سے عالم اسلام کے مسلمانوں کے سرپرست اور ان پر ولایت عامہ کا حق رکھتے تھے، اگر آپ کسی بچہ کو مسجد میں کھیلتے ہوئے یا بے حرمتی کرتے ہوئے دیکھتے تو درہ سے مارا کرتے تھے، علامہ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے:

---

(۱) البحر المحيط فى أصول الفقه: ۳۴۵/۳

”وقد كان عمر بن الخطاب رضى الله عنه اذا رأى صبيانا يلعبون فى المسجد، ضربهم بالمخفقة“ (۱)

ہمارا خیال ہے کہ ولی کی نگرانی میں بچے نماز ادا کریں گے اور سیکھیں گے تو نمازی بھی محفوظ رہیں گے اور مسجد بھی بے حرمتی سے محفوظ رہے گی، اگر یہ صورت اختیار کی جائے تو شعور والے بچوں کو مسجد لانے میں حنفیہ کے نزدیک جو کراہت تنزیہی تھی وہ بھی باقی نہیں رہے گی، یہاں یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ مسجد لانے سے پہلے ہی بچوں کو نماز کی اہمیت اور مسجد کی عظمت سے متعلق امور سکھانے چاہئے، اس کے بعد ہی ان کو اولیاء مسجد لائیں اور اپنے برابر میں کھڑا کر کے اپنی نگرانی میں نماز ادا کروائیں؛ لیکن کسی بھی ولی کے لئے اپنی روزمرہ کی کاروباری و دیگر مصروفیات کی وجہ سے پنج وقت نمازوں میں بچوں کو اپنے ساتھ مسجد لانا مشکل ہے؛ اس لئے جب موقع ہو اپنے ساتھ لائیں اور موقع نہ ہو تو گھر ہی میں ان سے نماز ادا کروائیں، مسلسل تربیت کے بعد جب اطمینان ہو جائے تو بچے خود بھی مسجد آ کر نماز ادا کر سکتے ہیں۔

علامہ رافعیؒ نے یہی بات کہی ہے وہ لکھتے ہیں:

” فاذا كانوا مميزين ويعظمون المساجد بتعلم من وليهم فلا كراهة في دخولهم“ (۲)

”جب بچے ممیّز ہوں اور اپنے ولی سے سیکھ کر مسجد کی تعظیم کریں، تو ان کو لانے میں کراہت نہیں ہے“۔

لمحۂ فکریہ:

یہ طویل تحریر بچوں کے مسجد آنے کے سلسلہ میں ہے؛ لیکن موجودہ دور کا لمحۂ فکریہ یہ ہے کہ یومیہ نمازوں مین بچے دیکھنے ہی نہیں ملتے، ایک ہفتہ میں نماز جمعہ میں بچے آتے ہیں تو ادھم

---

(۱) تفسیر ابن کثیر: ۳/۳۸۹

(۲) تقریرات رافعی: ۱/۸۶

مچاتے ہیں، اولیاء اور اہل مسجد کو اس کی فکر نہیں ہوتی کہ ان کی تعلیم کی جائے، ادب سکھایا جائے، محبت اور نرمی سے نماز اور مسجد کی عظمت بتائی جائے، اس کے برعکس کچھ حضرات بچوں کے ساتھ غیر مہذب، غیر اخلاقی رویہ اختیار کرتے ہیں، بچے اس قدر شور نہیں کرتے جتنا ڈانٹنے والا کرتا ہے، اس پر غور کرنے کی ضرورت ہے، لوگوں کو چاہئے کہ بچوں کے اولیاء سے رابطہ قائم کر کے محبت اور ہمدردی کے جذبہ کے ساتھ ان امور کی طرف توجہ دلائیں کہ آپ حضرات اپنے بچوں کو نماز اور مسجد کی عظمت کی تعلیم دیں اور اپنے ساتھ بچوں کو مسجد لائیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے اور ہماری نسلوں کو پنج وقتہ نمازی بنائے، اور بچوں کے ساتھ اسلامی رویہ اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

خلاصۂ کلام

اس طویل تحریر میں ہر طرح سے چھان پھٹک کی گئی ہیں، اور مسئلہ منقح کیا گیا ہے، فضل باری تعالیٰ سے جو حاصل ہوا ہے، ترتیب وار لکھا جاتا ہے:

۱۔ بچہ کی ابتدائی عمر ہی سے تربیت پر زور دینے کی ضرورت ہے، خصوصاً نماز پر توجہ کی اشد ضرورت ہے، بخاری شریف میں روایت ہے: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے؛ لیکن اس کے ماں باپ اپنی تربیت سے اس کو یہودی، نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔

۲۔ بے شعور اور جنون زدہ بچوں کو مسجد میں لانا جائز نہیں ہے۔

۳۔ جب بچہ شعور والا ہو جائے سات سال سے پہلے یا بعد میں، اس کو نماز کی اہمیت اور مسجد کی عظمت سکھا کر مسجد لانا چاہئے۔

۴۔ نماز کے ساتھ پاکی وغیرہ کے مسائل بھی سکھانے چاہئیں۔

۵۔ شعور والی بچیوں کو ماں گھر ہی میں نماز سکھائے۔

٦۔ علامہ رافعیؒ کے فتویٰ کی وجہ سے بچوں کی علیحدہ صف نہ بنائی جائے؛ بلکہ بڑوں کی صف ہی میں ولی دائیں بائیں صف کے کنارہ پر اپنے پاس لے کر کھڑا ہو؛ تاکہ نمازیوں کو تکلیف نہ ہو، مسلسل تربیت کے بعد بچوں کی طرف سے اطمینان ہو جائے کہ بچے شرارت نہیں کریں گے تو مردوں کے پیچھے بچوں کی علیحدہ صف بنا کر مسنون ترتیب قائم کر لینا چاہئے۔

۷۔ ذی شعور بچہ نمازی کے سامنے سے بلاضرورت گزرنا جائز نہیں ہے۔

۸۔ شرارت کرنے کی وجہ سے بچوں کو جھڑکنا، گالیاں دینا مناسب نہیں ہے، مستقبل میں

اس کے خطرناک نتائج برآمد ہوسکتے ہیں۔

۹۔ ارکان کی رعایت کے ساتھ نماز پڑھنے والے بچہ کی عبادت درست ہے؛ اس لئے نماز کی حالت میں اِدھر اُدھر کرنا اور صف سے کھینچ کر باہر کر دینا فساد نماز کا ذریعہ ہو سکتا ہے، اس سے پرہیز کیا جائے۔

نوٹ: روایات اور عبارات کی روشنی میں جو مناسب اور حق معلوم ہوا بندہ نے تحریر کر دیا، قارئین کرام سے درخواست ہے کہ اگر کہیں کسی بھی طرح کی غلطی پر مطلع ہوں، براہ کرم بندہ کو توجہ دلائیں، احسان ہوگا۔

سعید الظفر (مفتی روضۃ العلوم ٹانڈہ)

مؤرخہ: ۴؍جمادی الأخری ۱۴۳۹ھ

مطابق: ۲۰؍فروری ۲۰۱۸ء

مآخذ و مراجع

۱۔ قرآن کریم

۲۔ بخاری شریف — محمد بن اسماعیل البخاری، یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند

۳۔ ترمذی شریف — محمد بن عیسیٰ ۲۷۹ھ، یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند

۴۔ نسائی شریف — ابو عبدالرحمٰن احمد بن شعیب النسائی ۳۰۳ھ، یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند

۵۔ المصنف لعبد الرزاق — عبدالرزاق الصنعانی ۲۱۱ھ مکتبہ مؤسسۃ الرسالۃ

۶۔ مستدرک حاکم — ابوعبداللہ الحاکم ۴۰۵ھ، دارالکتب

۷۔ المعجم الکبیر للطبرانی — سلیمان بن احمد بن ایوب الطبرانی ۳۶۰ھ دارالکتب

۸۔ المعجم الاوسط للطبرانی — سلیمان بن احمد بن ایوب الطبرانی ۳۶۰ھ دارالکتب

۹۔ بذل المجہود — شیخ خلیل احمد ۱۳۴۶ھ دارالبشائر الاسلامیہ

۱۰۔ تحفۃ الاحوذی — ابوالعلا محمد عبدالرحمٰن بن عبدالرحیم المبارکفوری ۱۳۵۳ھ

۱۱۔ ابوداؤد شریف — ابو داؤد سلیمان بن الاشعث الازدی ۲۷۵ھ، مکتبہ دار السلام سہارنپور

۱۲۔ مسلم شریف — مسلم بن الحجاج النیساپوری ۲۶۱ھ، یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند

۱۳۔ فتح الباری — احمد بن علی بن حجر العسقلانی ۸۵۲ھ

۱۴۔ تفسیر قرطبی — ابوعبداللہ محمد بن احمد القرطبی ۶۷۱ھ

۱۵۔	ابن ماجہ شریف	ابن ماجہ ابو عبد اللہ محمد بن یزید القزوینی ۲۷۳ھ، یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند
۱۶۔	تقریب التھذیب	ابوالفضل احمد بن علی بن حجر العسقلانی ۸۵۲ھ، مؤسسۃ الإیمانی
۱۷۔	مسند الشامیین للطبرانی	سلیمان بن احمد بن ایوب الطبرانی ۳۶۰ھ
۱۸۔	نصب الرایہ	جمال الدین ابو محمد عبداللہ الزیلعی ۷۶۲ھ
۱۹۔	مجمع الزوائد	ابوالحسن نورالدین علی بن بکر الہیثمی ۸۰۷ھ
۲۰۔	مسند احمد بن حنبل	ابوعبداللہ احمد بن حنبل ۲۴۱ھ، مؤسسۃ الرسالۃ
۲۱۔	سیر اعلام النبلاء	شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن احمد الذھبی ۷۴۸ھ
۲۲۔	نووی علی المسلم	ابوزکریا محی الدین النووی ٦٧٦ھ، یاسر دیوبند
۲۳۔	حاشیۃ الطحطاوی	احمد بن اسماعیل الطحطاوی ۱۲۳۱ھ، دار الکتاب دیوبند
۲۴۔	نیل الاوطار	محمد بن علی بن محمد الشوکانی، دار الحدیث
۲۵۔	مرقات المفاتیح	علی بن سلطان القاری ۱۰۱۴ھ، فیصل دیوبند
۲۶۔	الفقہ الاسلامی وادلتہ	الدکتور وھبہ الزحیلی، مکتبہ اشرفیہ دیوبند
۲۷۔	شامی	شیخ محمد امین الشہیر عابدین، کوئٹہ پاکستان
۲۸۔	الفقہ علی مذاہب الاربعہ	عبدالرحمٰن بن محمد عوض الجزیری
۲۹۔	الاشباہ والنظائر	زین الدین بن ابراہیم ابن نجیم مصری ۹۷۰ھ، ادارۃ القرآن پاکستان
۳۰۔	المصنف لابن ابی شیبہ	ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ ۲۳۵ھ
۳۱۔	البنایہ	ابومحمد بدرالدین العینی ۸۵۵ھ مکتبہ اشرفیہ دیوبند
۳۲۔	ہندیہ	جماعت علماء، پاکستان
۳۳۔	المنتقیٰ شرح مؤطا	سلیمان بن خلف بن محمد ۴۷۴ھ

۳۴۔ مشکوٰۃ شریف — محمد بن عبداللہ الخطیب التبریزی ۷۴۱، یاسر ندیم یو بند

۳۵۔ تقریرات رافعی — محمد بن رشید الحنفی الرافعی، کوئٹہ پاکستان

۳۶۔ عمدۃ القاری — بدرالدین العینی ۸۵۵ھ داراحیاء التراث

۳۷۔ البحر الرائق — علامہ ابن نجیم مصری ۹۷۰ھ، پاکستان

۳۸۔ درمختار — علاءالدین، زکریا دیوبند

۳۹۔ غنیۃ المستملی — شیخ ابراہیم الحلبی، زکریا دیوبند

۴۰۔ الکوکب الدری — مولانا رشید احمد گنگوہی، کتب خانہ عزیزیہ دہلی

۴۱۔ حموی علی الاشباہ — سید احمد بن محمد الحموی المصری، دارالقرآن پاکستان

۴۲۔ السنن الکبری للبیہقی — احمد بن الحسین بن علی البیہقی ۴۵۸ھ، دار الحدیث، قاہرہ

۴۳۔ البحر المحیط فی اصول الفقہ — ابوعبداللہ بدرالدین الزرکشی ۷۹۴ھ، دارالکتب

۴۴۔ تفسیر ابن کثیر — عماد الدین ابوالفداء دمشقی ۷۷۴ھ، دار الاشاعت دیوبند

۴۵۔ تحفۃ الالمعی — مفتی سعید احمد پالنپوری، مکتبہ مجاز، دیوبند

۴۶۔ انعام الباری — مفتی تقی عثمانی، مکتبہ الحراء کراچی

۴۷۔ احسن الفتاویٰ — مفتی رشید احمد صاحب، دیوبند

۴۸۔ مظاہر حق جدید — قطب الدین خاں دہلوی، اشرفی بکڈپو دیوبند

۴۹۔ آپ کے مسائل اور ان کا حل — مولانا یوسف صاحب، دیوبند

۵۰۔ کتاب النوازل — مفتی محمد سلمان صاحب، مکتبہ فرید دہلی

۵۱۔ فتاویٰ دارالعلوم — مفتی عزیز الرحمٰن دیوبندی، دیوبند

۵۲۔ باقیات فتاویٰ رشیدیہ — حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی، کاندھلہ

۵۳۔ لسان العرب — محمد بن مکرم بن علی ۷۱۱ھ، بیروت

۵۴۔ الدر المنضود — مولانا عاقل صاحب، مکتبہ الشیخ سہارنپور
۵۵۔ فیروز اللغات — مولانا فیروز الدین دار الکتاب دیوبند
۵۶۔ الجرح والتعدیل — ابو محمد عبد الرحمٰن بن محمد ۳۲۷ھ دائرۃ المعارف، حیدر آباد
۵۷۔ الضعفاء والمتروکین — ابو عبد الرحمٰن احمد نسائی ۳۰۳ھ، دار الوعی حلب
۵۸۔ القاموس الوحید — مولانا وحید الزماں کیرانویؒ حسینیہ دیوبند
۵۹۔ شعب الإیمان — احمد بن الحسین بن علی ابوبکر ۴۵۸ھ، مکتبہ الرشد للنشر
۶۰- کتاب الفتاوی — مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، نعیمیہ دیوبند
۶۱- الکامل فی ضعفاء الرجال — ابو احمد بن عدی الجرجانی ۳۶۵، الکتب العلمیۃ
۶۲- محمود الفتاوی — حضرت مفتی احمد خانپوری، جامعہ علوم القرآن، جمبوسر، گجرات

تعارف مرتب

نام	:	سعید الظفر
ولدیت	:	محمد صدیق صاحب سہیل انصاری
پیدائش	:	ٹنڈولہ ٹانڈہ، رام پور (یوپی)
ابتدائی تعلیم	:	دارالعلوم ٹانڈہ
فراغت	:	دارالعلوم دیوبند ۲۰۰۶ء
تکمیل افتاء	:	دارالعلوم دیوبند ۲۰۰۷ء
تدریس	:	معین مدرس دارالعلوم دیوبند
	:	دارالعلوم حیدرآباد
	:	جامعہ اشرفیہ روضۃ العلوم ٹانڈہ
مطبوعہ کتابیں	:	☆عظمت صحابہ☆ مولانا عاقل حسامی ☆غسل-احکام ومسائل ☆ روزہ-احکام ومسائل☆ اذان واقامت کا شرعی طریقہ☆ رسول اللہ ﷺ کے چند ارشادات ☆ گلدستۂ نعت ☆ نماز کے لئے بچوں کو مسجد میں لانے کا شرعی حکم
غیر مطبوعہ کتابیں	:	☆اسمائے حسنی، اصرف، اسلام کے منحرف فرقے اوران کی بیماری کا علاج ☆ لطائف علمائے دیوبند☆ علمائے رام پور کا دوسو سال پرانا ایک فتوی ☆ درس نظامی کی تدریس کا طریقہ☆ ادب اردو☆ قاری طیب صاحب علیہ الرحمہ☆ حشرت شاہ ابرار الحقؒ صاحب کا طریقۂ اصلاح وتزکیہ (مکتوبات کے آئینہ میں) ☆ جانور ذبح کرنے کا طریقہ☆ حج وعمرہ

محبّ عزیز مولانا مفتی سعید الظفر قاسمی - بارک اللہ فی حیاتہ وجہودہ-
جذبہ تحقیق کے حامل فاضل نوجوان ہیں، مطالعہ کا اچھا ذوق رکھتے ہیں، موضوع کے تمام پہلوں کا مطالعہ کر کے قلم اٹھاتے ہیں اور ان سے مجھ جیسوں کو بڑی توقعات ہیں، انہوں نے نماز کیلئے بچوں کو مسجد میں لانے کا شرعی حکم جیسے اہم اور فراموش کردہ موضوع پر قلم اٹھایا ہے اور اس کے تقریباً تمام ذیلی مباحث کہ بچہ کسے کہتے ہیں؟ کس عمر کا بچہ باشعور اور کس عمر کا بے شعور سمجھا جائے؟، نماز کی تاکید کب سے کی جائے؟ صحابہ کرام کا بچوں کو مسجد لانے کے بارے میں کیا طرز عمل تھا؟ اور اس جیسے دیگر مسائل پر مدلل گفتگو کی ہے اور جو کچھ لکھا ہے، مستند حوالوں کی روشنی میں لکھا ہے، خدا کرے کہ ان کی اس کاوش کو قبول عام حاصل ہو اور امت کیلئے نفع کا ذریعہ بنے۔

فقیہ العصر حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی دامت برکاتہم

زیر نظر کتاب ''نماز کے لئے بچوں کو مسجد میں لانے کا شرعی حکم'' ایک علمی اور اصلاحی کتاب ہے، جو مولانا مفتی سعید الظفر قاسمی زید علمہ وفضلہ کی تصنیفِ لطیف ہے، آپ ایک نوجوان عالمِ دین ہیں، صاف ستھرا علمی ذوق رکھتے ہیں، مسائل کی تہہ تک پہونچنے کی سنجیدہ کوشش کرتے ہیں، اسی کے ساتھ حالاتِ زمانہ پر بھی آپ کی نگاہ رہتی ہے، جو ایک ذمہ دار مفتی کے لئے لازم ہے۔

حضرت مولانا مفتی محمد جمال الدین صاحب قاسمی دامت برکاتہم

Quba Graphics Ph: 9704172672, 8801198133